جلد : 13
شمارہ : 01
جمادی الاوّل 1440ھ
جنوری : 2019ء

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القران)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (سورۃ القمر)

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
- حافظ مختار احمد گوندل
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین وگرافکس	ثاقب نذر
قانونی مشاورت	محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

Web site:
Iwww.hikmatbaalgha.com
Iwww.hamditabligh.net

Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-7630863

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر مختار فاروقی	6
قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ (2)	4	محمد متین خالد	10
فہم قرآن ـ ایک تشنہ پہلو	5	ڈاکٹر محمد سرشار خان	25
فتنۂ مال	6	محمد رشید عمر	34
پاکستانی سکولوں میں بچوں کو کیا پڑھایا جارہا ہے	7	پروفیسر سیّد خالد جامعی	40
............کیا میڈیا کا احتساب ممکن ہے؟	8	محمد منظور انور	50
رحمت للعالمین ﷺ سیمینار رپورٹ	9		56
خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تأثرات	10		59

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

(ادارہ) یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید
کے ساتھ
چند لمحات

(02) سورۃ البقرۃ

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات 26-29)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ

اللہ اس بات سے عار نہیں کرتا کہ

اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَہَا

مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ

جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ان کے پروردگار کی طرف سے سچ ہے

وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَیَقُوۡلُوۡنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٰذَا مَثَلًا

اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی مراد ہی کیا ہے

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا وَّ یَہۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا

اس سے (اللہ) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے

وَمَا یُضِلُّ بِہٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾

اور گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں ہی کو

الَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَہۡدَ اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِہٖ

جو اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں

وَ یَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَ یُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ

اور جس چیز (سلسلۂ نبوت ورسالت ووحی) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے

اس کو قطع کیے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾

یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں

کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ

(کافرو!) تم اللہ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو

وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ۚ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ

اس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی

پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا

ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں

ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىہُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ

پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا

وَ ہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۲۹﴾

اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ، فَاِنْ كَانَ فِی دِيْنِهٖ صَلَابَةٌ اشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ، وَاِنْ كَانَ فِی دِيْنِهٖ رِقَّةٌ ابْتُلِیَ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهٗ يَمْشِی عَلَى الْأَرْضِ وَ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ

(حم خ ت ہ، عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

لوگوں میں سب سے سخت آزمائش والے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں پھر وہ لوگ جو اِن کے قریب ہیں پھر وہ لوگ جو اِن کے قریب ہیں۔ آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہو تو اسی کے مطابق آزمائش ہوتی ہے۔ بندہ کے ساتھ مسلسل آزمائش رہتی ہے یہاں تک کہ وہ بندے کو ایسا کر دیتی ہے کہ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

الجَامِعُ الصَّغِیر فی احادیث البشیر والنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

حرفِ آرزو

ؔ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

پاکستان کو ریاست مدینہ بنانے کے لیے چند اہم اقدامات کی ضرورت

انجینئر مختار فاروقی

یہ بات اسلامی ریاست پاکستان، مسلمانانِ پاکستان اور پُرامن اقلیتوں کے لیے بڑی اطمینان کا باعث ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت کو سیکولر ظاہر کرنے اور پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانے کے لیے کوشاں اہل قلم کا ایک طبقہ، میڈیا کے چند مقتدر لوگ گذشتہ ستر سال سے مصروف عمل ہونے کے باوجود آج بھی پاکستان میں دنیا سب سے ’گاڑھا‘ اسلام موجود ہے اور جلد یا بدیر اسلام کی برکات اس ملک پر سایہ فگن ہوں گی۔ اس اسلام مخالف طبقہ کو آج کے مغرب کی مکمل تائید حاصل ہے۔ مزید برآں بیسویں صدی اور اب اکیسویں صدی کے اس حصہ میں صہیونی عالمی مغربی ایجنڈا ـــــ نیو ورلڈ آرڈر کی شکل میں ایک عفریت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ UNO اس نیو ورلڈ آرڈر کی تشکیل میں آلہ کار (INSTRUMENT) کے طور پر استعمال ہو رہا ہے اور اس ضمن میں ایک نہ دو ـــــ اکٹھی پانچ عالمی طاقتوں کو اس بظاہر ’خدمت خلق‘ کے ادارے میں فیصلوں کو VETO کا حق دیے رکھنا عالم اسلام کے زعماء کو ’بے وقوف‘ بنائے رکھنے کے سوا اور کیا معنی رکھتا ہے۔

موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالتے ہی پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے نعرے کو عوامی رنگ دیتے ہوئے ’ریاست مدینہ‘ کے طرز پر حقوق و فرائض کا ایک اجتماعی نظام (جو قرآن و سنت و اسلامی روایات کا امین ہو) لانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ حکومت کے

ارادے اور فیصلے اپنی مصلحتوں، معاشی و سیاسی رکاوٹوں اور عالمی معاہدات کے تحت تقدیم و تاخیر کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ حکومت کے نزدیک ’ریاست مدینہ‘ سے ’مراد‘ کیا ہے؟ وہ کچھ عرصے بعد ہی سامنے آئے گی۔

ہم بحیثیت اس ملک پاکستان کے پُرامن شہری اور علامہ اقبال و محمد علی جناح کے افکار و بیانات کی روشنی میں اپنی آنکھوں میں مستقبل کے سہانے خواب سجائے زندگی کے دن گن گن کر گزار رہے ہیں۔ ان سطور میں چند فوری اقدامات کی نشاندہی کر رہے ہیں تاکہ ریاستی معاملات میں فیصلوں کے منصب پر فائز اہل علم و نظر اس پر توجہ کر سکیں۔ اختصار کے ساتھ بیان کردہ وہ اقدامات درج ذیل ہیں:

سماجی سطح پر

اسلام ایک دین فطرت ہے اور مساواتِ انسانی کا علمبردار ہے اور آج سے چودہ صدیاں قبل عملاً ایک معاشرہ بھی ان اصول پر تشکیل دے کر دکھا چکا ہے۔ لہٰذا متوقع ریاست مدینہ میں ذیل کے اقدامات پہلے قدم کے طور پر ناگزیر ہیں:

- انسان کی شناخت اس کا نام، اس کی ولدیت ہے۔ اس کی تعلیم ہے اور دین پر چلنا ہے۔ لہٰذا قومی شناختی کارڈ سمیت تمام سرکاری اور عوامی سطح کی دستاویزات (پوسٹل ایڈریس) میں کسی شخص کو اپنے نام کے ساتھ اپنی قوم، ذات، برادری، معاشرتی حیثیت لکھنے پر پابندی لگادی جائے۔ یہ اصول عدالتوں میں اب بھی چلتا ہے کہ وہاں مدعی اور مدعا علیہ کو نام، ولدیت، قوم اور ساکن موضع (محکمہ مال کے ریکارڈ کے مطابق) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ـــــ مولانا، پیر، صاحبزادہ، نوابزادہ، چودھری، مہر، سیّد، شاہ، قریشی، گیلانی وغیرہ قسم کے الفاظ کا استعمال قانوناً جرم قرار دیا جائے اور اس کی سزا مقرر کی جائے اس قانون میں کسی کو کوئی استثنا نہ دیا جائے۔
- آزادی سے پہلے سے رائج بعض خلافِ اسلام اُمور کو فوراً تبدیل کر دیا جائے۔
- ہسپتالوں کے مردوں کے وارڈز میں خواتین نرسوں کی تعیناتی بند کر دی جائے صرف خواتین اور بچوں کے وارڈ میں خواتین نرسیں رکھی جائیں۔ مردانہ وارڈوں میں MALE NURSES کا اہتمام کیا جائے۔ یہی قانون پرائیویٹ ہسپتالوں پر بھی لاگو کیا جائے۔

- ملک میں سرکاری و غیرسرکاری سکولوں میں ایک نصاب تعلیم (ریاست مدینہ کے نظریات کے مطابق ذہن سازی کرنے والا) رائج کیا جائے۔ تاکہ عوام کو اپنے بچوں کو دوردراز کے علاقوں میں اعلیٰ تعلیم کی خاطر نہ بھیجنا پڑے۔ غیر مسلموں کے تعلیمی ادارے الگ کرکے ان کے حوالے کردیے جائیں اور ان میں مسلمان طلبہ کا داخلہ مکمل طور پر بند کردیا جائے۔
- تمام پرائمری ایجوکیشن خواتین اساتذہ کے حوالے کردی جائے اور خواتین کو اپنے گھروں کے قریب علاقے میں تعینات کیا جائے تاکہ سفر اور گھر سے دوری کے مسائل کو کم کیا جاسکے۔
- پرائمری لیول کے بعد CO-EDUCATION مکمل طور پر ختم کردی جائے۔ خواتین کے تعلیمی ادارے الگ اور مردوں کے الگ۔ خواتین کے کام کی جگہوں پر خواتین اور مردوں کے شعبے الگ کردیے جائے۔
- ہوائی سفر کے شعبے میں خدمت پر مامور خواتین ایئر ہوسٹس کا مردوں کی خدمت کا کام کلیتہً ختم کردیا جائے۔ دفاتر میں خواتین RECEPTIONISTS کا تصور ختم کردیا جائے۔ مرد عملہ مقرر کیا جائے (خواتین کے اداروں میں خواتین عملہ ہو)۔

معاشی سطح پر

- معاشی معاملات میں سب سے گمبھیر مسئلہ بے روزگاری ہے۔ حکومت ضروریاتِ زندگی کی قیمتوں میں استحکام پیدا کرے۔ مغربی تصورِ معیشت (CONSUMER SOCIETY) کو بتدریج سادہ زندگی کی طرف لایا جائے۔ 'ریاست مدینہ' کے متوقع باسیوں کو مغربی لائف سٹائل اور نائٹ لائف کی بجائے حضرت محمد ﷺ کے لائف سٹائل اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لائف سٹائل اور ٹائم مینجمنٹ (TIME MANAGEMENT) کی طرف لایا جائے۔
- بے روزگاری کے معاملات کو حل کرنے کے لیے بعض ناگزیر ضروریات زندگی میں SUBSIDY دے کر اوقات کار 8 گھنٹے کی بجائے 6 گھنٹے کردیے جائیں۔ انسان 8 گھنٹے کے دورانیہ میں کام بمشکل 6 گھنٹے ہی کرتا ہے۔ فیکٹریوں میں 3 کی بجائے چار شفٹیں کردی جائیں۔ سرکاری دفاتر میں نچلی سطح کا عملہ 2 شفٹوں میں کام پر لگایا جائے۔ 50 لاکھ روزگار کی آسامیاں پیدا ہوجائیں گی۔

● کارپوریٹ کلچر اور اشرافیہ کلچر کا خاتمہ کر دیا جائے۔ حکومت پرائیویٹ ٹرانسپورٹ (کاروں وغیرہ) پر ڈیوٹی بڑھا کر لوگوں کو DISCOURAGE کرے۔ دوسری طرف پبلک گاڑیوں پر ٹیکس کم کر کے سستا کر دیا جائے اور شہروں کی حدود معین کرے۔ اگر اندرون شہر بڑے شہروں میں پبلک ٹرانسپورٹ آرام دہ، باعزت اور مفت کر دی جائے تو پارکنگ، پٹرول، ٹریفک جام ہونے کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

سیاسی سطح پر

● پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔ جہاں حاکمیّت اللہ تعالیٰ کی ہے لہٰذا ریاست مدینہ کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے پاکستان میں سیاسی سطح پر عوامی حاکمیّت (POPULAR SOVEREIGNTY) کے تصور پر مبنی تمام جماعتوں پر پابندی لگا دی جائے۔

ان گزارشات پر عمل درآمد کرنے سے عوامی سطح پر لوگوں کی ذہن سازی ہوگی اور دوسرے ملکوں میں بھی پاکستان کی طرف سے اچھا MESSAGE جائے گا۔ صنفی امتیازات اور صنفی توہین کے واقعات کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ ان اصلاحات کو رُوبعمل لا کر میڈیا سے ان کی تشہیر کی جائے اور عوام کے ذہنوں میں بٹھایا جائے۔ تاکہ عوام کی بھرپور ذہن سازی ہو سکے اور دیگر شعبہ جات زندگی کو بھی 'ریاست مدینہ' کا روپ دیا جا سکے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ پاکستان کی موجودہ حکومت 'ریاست مدینہ' کے نعرے کو رُوبعمل لاتے ہوئے ان سفارشات پر عمل درآمد کرے گی تاکہ حکومتی ایوانوں کا یہ نعرہ ایک زمینی حقیقت (GROUND REALITY) کا روپ دھار سکے۔

ان اقدامات سے بانیانِ پاکستان اور شہدائے پاکستان کی روحوں کو سکون ملے گا اور اسلامی نظام خلافت کے لیے مزید فلاحی اور کفالت عامّہ کے اقدامات کی راہ ہموار ہو سکے گی۔

قانونِ تحفّظِ ناموسِ رسالت ﷺ

2

محمد متین خالد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ننکانہ صاحب

قانون توہین رسالت ﷺ (295/C) پارلیمنٹ سے کب، کیوں اور کیسے منظور ہوا؟
اب اس قانون کو ختم اور غیر مؤثر کرنے کے لیے پس پردہ کیا کیا سازشیں ہو رہی ہیں؟
چشم کشا انکشافات اور بے جا اعتراضات کے مُسکِت جوابات سے بھرپور ایمان افروز تحریر

قانون توہین رسالت ﷺ اسلام کا ایک متفقہ شرعی تقاضا اور پاکستانی پارلیمنٹ کا منظور شدہ قانون ہے، اس کے باوجود افسوس ناک امر یہ ہے کہ 32 سال سے اس قانون کے نفاذ کے باوجود آج تک کسی کو توہین رسالت کی سزا نہیں دی جاسکی جس کی ایک وجہ سیکولر عناصر کا یک طرفہ بدترین پروپیگنڈا اور شدید عالمی دباؤ ہے تو دوسری طرف پاکستانی حکومتوں کی منافقت بھی ہے کہ اس قانون کے معاً بعد اس قانون میں ایسی ترامیم کر دی گئیں جس سے قانون ناقابل عمل ہو گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ سیکولر قوتوں کے شدید پروپیگنڈہ کے نتیجے میں جو شخص بھی توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ اہانت اس کے لیے خصوصی اعزاز کا سبب بن جاتی ہے۔

یاد رہے کہ نیشنل کمیشن برائے عدل و امن کی رپورٹ کی رو سے پاکستان میں 1986ء تا 2009ء تک کل 986 کیس سامنے آئے ہیں جن میں 479 کا تعلق مسلمانوں سے اور صرف 199 کا تعلق عیسائیوں سے ہے۔ ان تمام مقدمات میں کسی ایک ملزم کو بھی سزائے موت نہیں دی گئی۔ اس سے ایک طرف حکومت کے منافقانہ کردار کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف سے اس

اعتراض کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کے خلاف بنایا گیا ہے۔ اگر عوام کی مرضی پر عمل کرنے کے اصول کا کچھ مقصد ہے، اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا متفقہ فیصلہ پاکستان کے عوام کے اجتماعی ضمیر کا اظہار ہے، تو یہ قانون ہماری قومی تاریخ میں سب سے زیادہ عوامی قانون تسلیم کیا جانا چاہیے۔ افسوس ہے کہ اس قانون کے مخالفین (قادیانی اور سیکولر حضرات) پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں بلکہ وہ اس سلسلہ میں وفاقی شرعی عدالت کے تاریخی فیصلہ کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ مسلمانوں کی اکثریت کے مذہبی جذبات کو رائی برابر بھی وقعت نہیں دیتے بلکہ اس قانون پر تنقید کرتے ہوئے بعض دفعہ ایسی دل آزار اور اشتعال انگیز گفتگو کرتے ہیں کہ جس سے لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔

قانون توہین رسالت ﷺ کو صدر ضیاء الحق سے منسوب کر کے یہ عاقبت نااندیش پاکستان کے عوام میں پائی جانے والی مارشل لا کے خلاف نفرت کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اسلامی شریعت اور اسلامی تاریخ سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ قانونِ توہین رسالت ﷺ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں نافذ رہا ہے۔ قاضی عیاض نے ''الشفا'' میں ذکر کیا ہے کہ خلیفہ عباسی ہارون الرشید نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ ''شاتم رسول ﷺ'' کی کیا سزا ہے؟ عراقی فقہاء تو کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو کوڑوں کی سزا دی جائے۔'' اس پر حضرت امام مالکؒ جلال میں آگئے اور فرمایا ''اگر رسول خدا ﷺ کو دشنام کا ہدف بنایا جائے گا تو امت باقی نہیں رہے گی۔ جو شخص انبیاء کو دشنام دے، اس کی سزا قتل ہے۔'' پروفیسر منور مرزا کے بقول ''یہ فیصلہ یا فتویٰ تقریباً ہر اسلامی سلطنت میں نافذ رہا، چنانچہ یہ فیصلہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی نافذ کیا اور جلال الدین اکبر نے بھی''۔

قانون توہین رسالت ﷺ کے معترضین کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، آپ ﷺ سراپا رحمت و شفقت ہیں، آپ ﷺ نے اپنے دشمن کو ہمیشہ معاف کیا۔ لہٰذا گستاخ رسول کو بھی معاف کر دینا چاہیے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت تکمیلِ ایمان کی نشانی ہے۔ اگر اس میں ذرا سی بھی خامی ہوگی، تو ایمان نامکمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت، مومن کا گراں بہا سرمایہ ہے اور

کسی مومن کا دل اس سے خالی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہی محبت مقصود حقیقی کے قرب اوراس کی ذات و صفات کے صحیح تصور کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضور نبی کریم ﷺ کا تعارف وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کی سند جاری کرتے ہوئے کرواتے ہیں۔ آپ ﷺ سراپا رحمت ہیں، محسن انسانیت ہیں۔ جو شخص آپ ﷺ سے ذرا سا بھی بغض وعناد رکھتا ہے، آپ ﷺ کی شان میں معمولی سی بھی گستاخی کرتا ہے، وہ ازخود ''رحمت'' سے اپنا تعلق منقطع کر لیتا ہے۔ ایسا شخص کائنات کا بدترین اور بدقسمت ترین شخص ہے اور کسی رعایت اور ہمدردی کا مستحق نہیں۔ جو بدبخت شخص، حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کا مرتکب ہوتا ہے، طعن و تشنیع کرتا ہے، تضحیک و استہزا کرتا ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتا ہے، آپ ﷺ کے رتبہ کو گھٹاتا ہے...... اور پھر جب اسے اس جرم عظیم کی سزا ملتی ہے تو وہ اور اس کے حواری اس پر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ آواز بلند کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تو رحمت للعالمین ہیں، آپ ﷺ نے تو کبھی دشمنوں سے بھی بدلہ نہیں لیا۔ طائف کے میدان میں آپ ﷺ پر بے حد ظلم وتشدد ہوا مگر آپ ﷺ نے اس کے لیے بددعا تک نہ کی۔ ایک عورت آپ ﷺ پر روزانہ کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی مگر آپ ﷺ نے کبھی اس کا برا نہیں مانا۔ (یہ واقعہ من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ شاید یہ واقعہ ہمارے کسی تعلیمی نصاب میں بھی شامل ہے۔ یہ واقعہ عوام الناس میں معروف اور زبان زدعام ہے۔ مگر احادیث یا سیرت النبی ﷺ یا تاریخ کی کسی مستند کتاب میں درج نہیں۔ نجانے یہ فرضی قصہ کس نے وضع کیا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضور خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جس نے جھوٹی بات میری طرف منسوب کی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) ان بدبختوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ عزیمت، ابتلا، برداشت، صبر اور آزمائشوں کا دور تھا جسے مکی دور کا نام دیا جاتا ہے...... مگر مدنی دور میں اسلامی سلطنت قائم ہوتے ہی نئے قوانین نافذ ہوگئے۔

رواداری کے ہیضہ میں مبتلا اسلامی تاریخ سے نابلد دانش خوروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عرینہ کی ایک جماعت وفد کی صورت میں آئی جس میں آٹھ آدمی تھے۔ یہ لوگ مسلمان کی حیثیت سے آئے اور انھوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ یہ لوگ بہت زیادہ لاغر اور کمزور تھے ان کے رنگ زرد اور پیٹ بڑے بڑے تھے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض

کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ٹھکانہ دیجئے اور کچھ کھانے کا انتظام فرما دیجئے''۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو اپنے پاس صفہ پر (یعنی مسجد سے ملحق اس چبوترے پر جہاں دوسرے بہت سے نادار صحابہؓ کا مسکن تھا) ٹھکانہ دیا، ایک روز انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ''ہم لوگ دیہاتی یعنی کسان نہیں بلکہ مویشی پالنے اور ان کے دودھ پر گزر بسر کرنے کے عادی ہیں''۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہتر ہوگا کہ تم لوگ (شہر سے باہر) ہماری دودھیاری اونٹنیوں کے ساتھ رہو''۔ غرض ان لوگوں نے مدینہ سے باہر جا کر رہائش اختیار کی اور اونٹوں کے پاس رہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت و شفا عطا فرمائی اور وہ تندرست ہو گئے۔ غرض جب یہ لوگ تندرست ہو گئے تو اسلام سے منحرف ہو کر دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے اور اس چراگاہ میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا) جو چرواہا تھا، اس کو قتل کر دیا۔ یہ چرواہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام یسار تھا، انہوں نے یسار کو قتل کر کے اس کے ناک، کان اور آنکھ کاٹ کر لاش کا مثلہ کر دیا۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھو دیے، یہاں تک کہ اسی حالت میں وہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں لے کر فرار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس گھڑسوار ان کے پیچھے روانہ فرمائے اور ان پر حضرت سعید ابن زیدؓ کو امیر مقرر فرمایا، ان سواروں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا شخص بھی بھیجا جو نشانِ قدم پر مجرموں کا پیچھا کر رہا تھا۔ آخر ان سواروں نے ان لوگوں کو جا لیا اور چاروں طرف سے گھیر کر ان سب کو گرفتار کر لیا۔ صحابہ کرامؓ ان کو لے کر مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور آنکھوں میں گرم سلاخیں چبھائی گئیں، پھر ان لوگوں کو حرہ میں لے جا کر ڈال دیا گیا جو سیاہ پتھروں کا علاقہ تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے ان پتھروں کو آگ میں جلا دیا گیا ہے۔ یہاں یہ لوگ پیاس سے بے تاب مگر کہیں پانی نہیں تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے زمین کو اپنے دانتوں سے کھود رہا تھا کہ مٹی کی نمی سے تسکین ہو مگر وہ نمی بھی نہ ملی، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ (بخاری شریف)

مخالفین قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ہے کہ یہ قانون بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے، یورپ میں توہین رسالت (Blasphemy) کی کوئی سزا نہیں ہے۔ لہٰذا اس قانون کو

ختم ہونا چاہیے۔

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور مغرب سے بہت پہلے سوا 14 سو سال سے موجود ہے اور اس کا خلاصہ حضور نبی کریم ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ اسلام بلا امتیاز مذہب و ملت تمام انسانوں کے حقوق کی نہ صرف ضمانت دیتا ہے، بلکہ قوتِ نافذہ رکھتا ہے اور قانونی چارہ جوئی کا حق بھی دیتا ہے۔ اسلام نے جہاں رنگ و نسل کے فرق کی بنیاد پر انسانی تفاوت کو مٹایا ہے، وہاں تمام انسانوں کو اولادِ آدم ہونے پر برابر قرار دیا اور نیکی اور تقویٰ کو وجۂ امتیاز ٹھہرایا ہے۔

دراصل انسانی حقوق کی آڑ میں اُمت مسلمہ کے خلاف مذموم سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ قانون توہین رسالت ﷺ کسی بھی اعتبار سے انسانی حقوق کے منافی نہیں۔ یہ انسانی حقوق کی روح اور فلسفے کے عین مطابق ہے۔ اقوامِ متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر جو 30 صفحات پر مشتمل ہے، اس کا آغاز ہی ان تمہیدی الفاظ سے ہوتا ہے: ''ہر گاہ کہ نوع انسانی کے جملہ افراد کی فطری تکریم اور ان کے مساوی اور نا قابل انتقال حقوق، دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد ہیں۔'' اور اس چارٹر کی پہلی شق کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

- ''تمام انسان آزاد اور تکریم و حقوق کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں۔ انھیں پیدائشی طور پر عقل اور ضمیر عطا کیا جاتا ہے اور انھیں ایک دوسرے سے برادرانہ سلوک کرنا چاہیے۔''

اگر مندرجہ بالا جملوں کے پس پشت کارفرما مقصد کی روح کو سامنے رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ''نوع انسانی کے جملہ افراد کی تکریم'' میں محسن انسانیت ﷺ کی تکریم کو اوّلین درجہ عطا کیا جانا چاہیے۔ انسانی تاریخ میں شرف تخلیق حضرت محمد ﷺ سے کوئی انسان فضیلت، بزرگی، رتبہ اور عزت و منزلت میں بڑھ کر نہ گزرا ہے نہ قیامت تک آئے گا۔

معترضین کا کہنا ہے کہ قانون تحفظ ناموس رسالتؐ کا غلط استعمال ہوتا ہے، لہٰذا اسے ختم کر دینا چاہیے۔

ہمارے خیال میں معترضین کا یہ موقف نہایت احمقانہ ہے۔ اگر اس اعتراض کو درست مان لیا جائے تو ''جرم و سزا'' کی دنیا میں کسی بھی تعزیری ضابطے یا قانون کے وجود کا جواز باقی نہیں رہے گا۔ آج تک کسی بھی قانون کو محض اس بنا پر ختم نہیں کیا گیا کہ اس کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ قتل،

زنا، ڈکیتی اور چوری جیسے سنگین جرائم کے متعلق قوانین کے غلط استعمال کی خبریں پاکستان اور دیگر ممالک کے حوالے سے آئے روز چھپتی رہتی ہیں۔

''قانون کا غلط استعمال'' اگر ایسی وجہ ہے جس کی بنیاد پر قانون میں ترمیم ناگزیر ہو تو اس ''منطق'' سے تو دنیا کے سارے ہی قوانین میں ترمیم لازمی ٹھہرتی ہے۔ دنیا کا کون سا ایسا قانون ہے جس کا غلط استعمال نہ ہو رہا ہو؟ آج ایک طرف قتل، چوری، ڈکیتی، عصمت دری، اغوا برائے تاوان اور زمینوں کے ناجائز قبضے میں ملوث ملزمان قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے صاف بچ نکلتے ہیں تو دوسری طرف ہزاروں معصوم اور بے گناہ انسان قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے ہی جیل کی کال کوٹھریوں میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے پر مجبور ہیں۔ آپ کس کس قانون کو بدلیں گے؟ قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے قانون بدلا نہیں جاتا، بلکہ اس کو مؤثر رکھتے ہوئے غلط استعمال کو روکنے کے اقدامات کیے جاتے ہیں۔

بقول شخصے: ''اگر قانون کا غلط استعمال کسی فرد یا پولیس کے غلط کردار کی وجہ سے ہے، تو اس کا علاج قانون کی منسوخی نہیں ہے۔ اس وجہ سے تو ہر قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ قیامِ امن، انسداد دہشت گردی، لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کی روک تھام کے قوانین حکومتیں بے دردی کے ساتھ اپنے سیاسی مخالفین کو کچلنے کے لیے استعمال کر رہی ہیں، کیا اس وجہ سے ان سب کو منسوخ کر دیا جائے؟ قتل کے قانون کے تحت پولیس اور بااثر لوگ بے گناہوں کو پھانستے ہیں، ان کو لوٹا جاتا ہے، بعض پھانسی پر بھی چڑھ جاتے ہیں، کیا ان کو بھی منسوخ کر دیا جائے؟ کوئی بھی معقول آدمی یہ بات نہیں کہے گا۔''

ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کا قانون ایک غیر متنازع اور متفق علیہ معاملہ ہے۔ اسے اختلافی مسئلہ بنا کر پیش کرنا یا اس کے غلط استعمال کا واویلا کر کے اسے منسوخ کرنے کا مطالبہ کرنا اہل ایمان کے جذبات مجروح کرنے کی ناپاک سازش ہے۔

مزید یہ اعتراض کہ قانون توہین رسالت کا غلط استعمال مذہبی راہنماؤں کے اُکسانے پر ہوتا ہے، جھوٹ اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ہمارے ہاں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302 (قتل) کا عموماً غلط استعمال ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی قتل کرتا ہے مگر ذاتی انتقام اور خاندانی

دشمنیوں کے نتیجہ میں قاتل کے کئی رشتہ داروں کو مقدمہ میں غلط طور پر نامزد کر دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ لوگ اس سارے وقوعہ سے بالکل بے خبر اور لاتعلق ہوتے ہیں۔ اس مقدمہ میں نامزد کیے جانے کے بعد وہ سالہا سال تک تھانہ اور عدالتوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات انھیں اس مقدمہ میں سزا بھی ہو جاتی ہے۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ کسی خاندان کے واحد کفیل یا چند پیاروں کو قتل کر دیا گیا اور اُلٹا مقدمہ بھی ورثا پر بنا دیا گیا۔ پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ بھی مذہبی راہنماؤں کے اکسانے پر ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک معاشرتی رویہ ہے جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح ممکن ہے کہ کہیں قانون توہین رسالت کا غلط استعمال ہو، لیکن اس میں مذہبی راہنماؤں کو قصوروار ٹھہرانا غلط اور انصاف کے خلاف ہے۔

مستند اعداد و شمار کے مطابق قانون توہین رسالت ﷺ کے تحت 2018ء تک جن لوگوں کے خلاف مقدمات درج ہوئے۔ ان میں سے 51 فیصد مسلمان، 26 فیصد قادیانی، 21 فیصد عیسائی اور 2 فیصد دیگر عقائد کے لوگ ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون توہین رسالت کے تحت سب سے زیادہ متأثر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس لیے مذکورہ قانون کو کسی ایک خاص اقلیت کے حوالے سے دیکھنا درست نہیں۔ قانون توہین رسالت ﷺ ختم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گستاخان رسول کو توہین رسالت کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔

پاکستان میں بدقسمتی کی متعدد وجوہ کی بنا پر واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ کون سا قانون ایسا ہے، جس کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی؟ کیا ہماری جیلوں میں جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے کثیر تعداد میں بے گناہ عورتوں اور بچوں سمیت بہت سے قیدی موجود نہیں ہیں؟ تو پھر تبدیلی صرف اور صرف تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کیوں؟ تعزیراتِ پاکستان کی کئی شقوں (193، 194، 195 وغیرہ) میں من گھڑت جھوٹا الزام لگانے والے اور جھوٹی شہادت دینے والوں کے لیے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سات سال قید، دس سال قید بامشقت، مالی جرمانہ، عمر قید سے لے کر سزائے موت تک کا قانون موجود ہے تو پھر صرف تحفظ ناموس رسالت کو ڈیل کرنے والی دفعہ ہی کیوں تبدیل یا غیر مؤثر کی جائے؟

کہا جاتا ہے کہ مغرب میں ہر طرح کی آزادی اظہار ہے، آزادی اظہار یورپ کا مذہب

ہے، وہ اس پر کسی معمولی قدغن کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا مسلمانوں کو یورپ کے اس 'مذہب' کا احترام کرنا چاہیے۔ پاکستان میں آزادیٔ اظہار پر پابندی ہے، اس لیے یہ ترقی نہیں کر سکا۔

مغرب جو آزادی اظہار، آزادی رائے، آزادی تقریر و تحریر، حقوق انسانی، امن و آشتی، روشن خیالی، علم و شعور، وسعت نظر، تحمل، برداشت، عدم تشدد، مذہبی رواداری، شہری آزادی، فہم و تدبر، جمہوریت، حقوق نسواں اور دنیا بھر میں سب سے زیادہ مہذب ہونے کا پرچارک اور بلاشرکت غیرے چمپئن بننے کا دعویدار ہے۔ یہاں ہر رنگ، ہر نسل، ہر قوم اور ہر مذہب کے افراد رہتے ہیں جنھیں یکساں حقوق حاصل ہیں مگر مسلمانوں کے ساتھ اسلام دشمنی کی آڑ میں نفرت انگیز اور متعصّبانہ رویہ رکھا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ، مغرب میں شراب خانوں کو مدینہ اور نائٹ کلبوں کو مکہ کا نام دیا جاتا ہے، کبھی جوتیوں پر قرآنی آیات منقش کر دی جاتی ہیں، کبھی زیر جامہ اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے والی تحریریں لکھ دی جاتی ہیں، مسلمانوں کی مسجدوں پر حملے اور ان کی بے حرمتی معمول کی بات ہے، گنبد اور مینار بنانے پر پابندی ہے۔ برقع اور سکارف کو اپنی تہذیب کے خلاف قرار دے کر پابندی لگا دیتے ہیں۔ راہ چلتی برقع پہنے خواتین پر تھوکا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں مردوں اور عورتوں کے سرعام ننگے ہونے پر کوئی پابندی نہیں۔ داڑھی اور پگڑی کو نفرت کی علامت بنا دیا گیا ہے، ایسے مسلمانوں پر ملازمت کے دروازے بند ہیں۔ اسامہ بن لادن کی داڑھی اور پگڑی والی تصویریں جوتوں اور انڈر ویئر پر شائع کر کے فروخت کی جاتی ہیں۔ خواتین کے ملبوسات پر مقدس قرآنی آیات چھاپنا، پھر ان ملبوسات کی نمائش کے لیے خواتین کی کیٹ واک کرنا، شراب کی بوتلوں کے ڈھکنوں، کوکا کولا کے کین، فٹ بال اور جوتوں پر کلمہ طیبہ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام لکھنا، اسلام کی مقدس شخصیات کے کرداروں پر فلمیں بنانا، مسجد اقصیٰ میں خنزیر کا سر رکھنے کے شرانگیز واقعات، پرنٹ میڈیا میں اسلامی مقدس شخصیات کی خیالی تصاویر شائع کرنا اور ان کے خیالی مجسّمے بنانا، اسم محمد کو انگریزی میں بگاڑ کر لکھنا، رسائل و جرائد اور کتابوں میں توہین کرنا، انٹرنیٹ پر قرآنی آیات میں تحریف کرنا، فرشتوں، پیغمبروں، رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرضی تصاویر اور غلط فرضی معلومات فراہم کرنا تو مغرب کا روزمرہ کا معمول ہے۔ افسوس ہے کہ یہ سب کچھ آزادی مذہب اور آزادیٔ اظہار کے نام پر کیا جاتا ہے۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ مغرب گستاخیِ رسولؐ کو آزادیٔ اظہار سے تعبیر کرتا ہے لیکن اس کے ہاں کسی شخص کو یہ جرأت نہیں کہ وہ ہولوکاسٹ (Holo Caust) پر ایک لفظ بھی ادا کرسکے۔ ہولوکاسٹ کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا تھا کہ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کے دورِاقتدار میں پولینڈ کے شہر شوئز میں بنائے گئے گیس چیمبرز میں تقریباً 60 لاکھ یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ اس بنیاد پر یہودیوں کی نمائندہ تنظیم، ''نیشنل جیوش کانفرنس'' نے یورپی اقوام سے مطالبہ کیا کہ ''ہٹلر نے دوسری جنگ عظیم کے دوران یہودیوں کا قتل عام کیا ہے، جس میں 60 لاکھ یہودی مارے گئے اور اب بہت تھوڑے سے یہودی باقی بچے ہیں جن کے پاس زمین کا کوئی ایسا خطہ موجود نہیں، جہاں وہ آزاد اور خودمختار حیثیت سے رہ سکیں، لہٰذا انھیں دوبارہ زندگی کی شروعات کے لیے ایک علیحدہ ریاست دی جائے۔ اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں اُن کو اسرائیلی ریاست الاٹ کردی گئی۔ بعد میں تحقیق ہوئی تو یہودیوں کا دعویٰ سراسر جھوٹا اور من گھڑت نکلا۔ تب یہودیوں نے ایک قانون بنوادیا کہ ہولوکاسٹ کی مبینہ صداقت کو کہیں بھی چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ جو شخص ہولوکوسٹ کے جھوٹ پر تحقیق کرے گا، وہ قابل گردن زدنی ہوگا۔ 19 جون 2004ء کو اسرائیلی پارلیمنٹ نے حکومت کو یہ اختیار دیا کہ دنیا میں کبھی، کسی جگہ بھی اگر کوئی شخص 60 لاکھ کی تعداد کو کم بتانے کی کوشش کرے تو وہ اس پر مقدمہ چلاسکتی ہے اور اس ملک سے اسے نفرت پھیلانے کے جرم "Hate Criminal" کے طور پر مانگ سکتی ہے، گرفتار کرسکتی ہے اور سزا دے سکتی ہے۔ جرمنی جیسا ملک سالانہ 50 ملین مارک آج تک اسرائیل کو ادا کررہا ہے اور یہ جرمانہ 2030ء تک ادا کیا جائے گا۔ اب وہاں یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ کیا واقعی اُس وقت جرمنی میں 60 لاکھ کے قریب یہودی موجود تھے؟

سیکولر حضرات کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ ہمیں مولویوں کا پاکستان نہیں بلکہ قائداعظم محمد علی جناحؒ اور علامہ اقبالؒ کا پاکستان چاہیے۔

سیکولر حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ مذکورہ بالا دونوں شخصیات نہ صرف اسلامی تعلیمات سے بے حد متأثر تھیں بلکہ وہ دونوں عملی زندگی میں بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے گستاخ رسول راجپال کو جہنم واصل کرنے والے غازی علم الدین شہیدؒ کا مقدمہ لڑا تھا۔ انہوں نے مقدمہ کے واقعات کو سامنے رکھ کر انتہائی قابلیت کے

ساتھ غازی علم الدین کا مقدمہ لڑا۔ انہوں نے انتہائی مدلل اور علمی دلائل دیے۔ عینی گواہوں کے بیانات اور سیشن جج کے فیصلہ کی کمزوریوں کو واضح کر کے کیس کے بخیے ادھیڑ دیے۔ مختصراً انہوں نے عدالت کو بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پر رکیک حملے کرنا جرم ہے۔ راجپال کی کتاب انتہائی دلآزار ہے۔ اسے پڑھ کر کوئی بھی مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کی ناموس کا بدلہ لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ملزم کا یہ قتل انتہائی اشتعال انگیزی پر مبنی ہے، اس لیے غازی علم الدین کے خلاف زیر دفعہ 302 قتل عمد کے بجائے 308 قتل بوجہ اشتعال کارروائی کی جانی چاہیے اور ملزم کو موت کے بجائے سات سال قید کی سزا کا مستوجب سمجھنا چاہیے۔

اگر قائداعظمؒ سیکولر ہوتے تو وہ غازی علم الدین شہیدؒ کے مقدمے کی پیروی کے بجائے روایتی سیکولروں کی طرح یہ کہتے کہ چونکہ سیکولرازم کے تحت ہر شخص کو فکر کی آزادی کا حق حاصل ہے، اس لیے راجپال نے اہانت رسولؐ پر مبنی مواد شائع کر کے اپنے حق کا استعمال کیا ہے، اس لیے میں ''آزادی اظہار کے علمبردار'' راجپال کی طرف سے عدالت میں پیش ہوں گا۔ جبکہ گستاخ راجپال کو قتل کرنے والے غازی علم دین کا مقدمہ لڑنے کے لیے قائداعظم محمد علی جناحؒ خصوصی طور پر لاہور آتے رہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ قائداعظم غازی علم دین کے اقدام کو درست سمجھتے تھے۔ یہ ان لوگوں کے لیے بھی جواب ہے جو یہ بودی دلیل دیتے نظر آتے ہیں کہ گستاخ کی سزا ہے بھی تو وہ مسلم ممالک میں نافذ کرنے کے لیے ہے، کیونکہ جس وقت غازی علم دین نے راجپال کو انجام تک پہنچایا اور قائداعظم نے ان کا مقدمہ لڑا، اس وقت برصغیر پر انگریزوں کی حکمرانی تھی۔

اسی طرح غازی علم الدین شہیدؒ کے جنازہ کے موقع پر تحریک پاکستان کے فکری باپ حضرت علامہ اقبالؒ نے روتے ہوئے تاریخی جملہ فرمایا:

''اسیں گلاں ای کردے رہ گئے، تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا''!

معترضین کا کہنا ہے کہ اگر قانون توہین رسالت ختم کر دیا جائے تو نہ صرف اقلیتوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو جائے گا بلکہ اس سے کچھ بھی فرق نہ پڑے گا۔

معترضین کا یہ مطالبہ نہایت مضحکہ خیز ہے۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا یہ قانون قرآن وسنت پر مبنی اور متفقہ علیہ ہے۔ اسے ختم کرنے کا مطالبہ مسلمانوں

کی دل آزاری اور اسلامی بنیادی عقیدے پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ انتہا پسند عناصر اس قانون کو ختم کرنے کے کیوں درپے اور بضد ہیں جبکہ یہ قانون اقلیتوں کا محافظ ہے۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری (Criminal Procedure Code) کے تحت تقریباً تمام مقدمات کی تفتیش ایک عام پولیس آفیسر ASI کرتا ہے۔لیکن اگر کسی ملزم کے خلاف قانون توہین رسالت (295/C) کے تحت مقدمہ درج ہو تو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 156-A کے تحت تفتیش کرنے والا آفیسر کسی صورت بھی ایس پی (SP) کے عہدے سے کم نہیں ہوگا۔ یاد رہے کہ ایس پی یا ڈی پی او پورے ضلع کا سربراہ اور عموماً سی ایس ایس آفیسر ہوتا ہے۔ وہ اس کیس کی پوری دیانتداری، غیر جانبداری اور دلجمعی کے ساتھ تفتیش کرے گا اور اگر وہ شواہد و واقعات کی بنا پر یہ محسوس کرے کہ ملزم کے خلاف مقدمہ غلط درج ہوا ہے تو وہ اسے اپنی تفتیش میں بے گناہ قرار دے کر مقدمہ خارج کر دے گا۔ علاوہ ازیں اگر ملزم، ایس پی کی تفتیش یا اس کے رویے سے مطمئن نہ ہو تو پولیس رولز کے مطابق اعلیٰ پولیس حکام کو درخواست دے کر تفتیش تبدیل کروا سکتا ہے۔ اس پر کوئی دوسرا ایس پی یا اس سے کوئی بڑا آفیسر DIG وغیرہ اس کیس کی تفتیش کرے گا۔ اس کے بعد مقدمہ/ چالان سیشن کورٹ میں آتا ہے جہاں استغاثہ کے تمام گواہ پیش ہوتے ہیں جن پر ہر طرح سے جرح ہوتی ہے۔ پھر گواہان صفائی پیش ہوتے ہیں، ملزم کا اپنا بیان ریکارڈ ہوتا ہے۔ دونوں جانب سے وکلا اپنے دلائل دیتے ہیں۔ پراسیکیوٹر بھی اپنی قانونی رائے سے عدالت کو مطلع کرتا ہے۔ آخر میں جج صاحب پورے ریکارڈ کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیتے اور فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ یہاں اگر ملزم بری ہو جائے تو ٹھیک ورنہ وہ اس فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کر سکتا ہے جہاں دو معزز جسٹس صاحبان اس سارے کیس کا مکمل جائزہ لیتے اور فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اگر یہاں بھی ملزم کے خلاف فیصلہ آ جاتا ہے تو وہ سپریم کورٹ میں اپیل کر سکتا ہے۔ سپریم کورٹ میں ایسے کیس کی سماعت تین جج صاحبان کرتے ہیں۔ اگر یہاں بھی فیصلہ ملزم کے خلاف ہو جائے تو وہ اس پر نظر ثانی اپیل دائر کر سکتا ہے۔ اگر یہاں بھی فیصلہ خلاف آ جائے تو سزا کے خلاف صدرِ مملکت کے پاس رحم کی اپیل کی جا سکتی ہے۔ ملزم کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے اتنے سارے مواقع میسر آنا نہایت خوش آئند بات ہے۔ اس طریقہ کار کی موجودگی میں

قانون توہین رسالت کی تنسیخ کا مطالبہ غیر قانونی اور غیر منصفانہ ہے۔ملزم کے خلاف سزا کا فیصلہ عدالت نے کرنا ہے۔اگر یہ قانون موجود نہ ہوتو لوگ مشتعل ہو کر ملزم کو موقع پر ہی قتل کر دیں گے۔

اس قانون سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ جانتا ہے کہ یہ قانون تو ملزم کو عوام کے غیظ وغضب سے نکال کر تحفظ فراہم کرتا ہے اور ملزم کو صفائی کا موقع ملتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ 1200 سے زائد مقدمات میں اعلیٰ عدالتوں کی طرف سے اب تک کسی کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی ہے۔اگر ان ملزمان کو عوام کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جاتا تو شاید ایک بھی زندہ نہ بچ سکتا۔یہ اس قانون کے جواز اور ضرورت کا اہم پہلو ہے۔قانون توہین رسالت ختم ہونے سے ایک نئے فتنے کا دروازہ کھل جائے گا اور لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر خود کارروائی کریں گے جو قابل افسوس ہوگا اور جیسے روکنا ناممکن ہو جائے گا؟

قانون توہین رسالت کو ختم کرنے کا مطالبہ کرنے والوں سے ایک سوال یہ ہے کہ اس قانون کی موجودگی میں آخر انھیں کس بات کا ڈر یا خوف ہے؟ ہمارے خیال میں ڈر یا خوف اسے ہوتا ہے جس کے دل میں چور ہو۔مثال کے طور پر ایک شخص شراب نہیں پیتا، اسے شرابی کی سخت سے سخت سزا پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ایک شخص زنا کے قریب بھی نہیں پھٹکتا، اسے زنا کے مرتکب ملزم کو دی جانے والی سخت ترین سزا سے کیا اندیشہ۔ایک شخص ڈکیتی کی واردات کا سوچ بھی نہیں سکتا، اسے ڈکیتی کے ملزم کو دی جانے والی سزا پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔اس طرح اگر کسی نے توہین رسالت کا ارتکاب نہیں کرنا یا وہ اس کا سوچ بھی نہیں سکتا تو اسے اس قانون پر کیا اعتراض اور خدشہ ہے۔ڈر اور خوف کا شکار صرف وہی لوگ ہیں جن کے دل میں چور ہے، جو توہین رسالت کا ارتکاب کرنا چاہتے ہیں، جو مسلمانوں کی مقدس ترین ہستی کی شان میں توہین وتنقیص کا لائسنس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔سب جانتے ہیں کہ یہ ایک مغربی ایجنڈا ہے جس کی تکمیل کے لیے ایک انتہا پسند گروہ سرگرم عمل ہے۔اگر معترضین کا یہ ناجائز مطالبہ مان لیا گیا تو کل کلاں ان کے مطالبات کی فہرست مزید بڑھ جائے گی۔وہ تو یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ آئین پاکستان سے قرارداد مقاصد کو ختم کیا جائے۔تمام اسلامی قوانین کو منسوخ کیا جائے۔شراب اور زنا پر عائد پابندی ختم کی جائے۔پاکستان کے ساتھ لفظ اسلامی جمہوریہ ختم کیا جائے، قرآن مجید پر نعوذ باللہ

نظر ثانی کی جائے...... آخر آپ چند مٹھی بھر سیکولر حضرات کے کس کس مطالبہ کو پورا کریں گے؟ پارلیمنٹ میں متفقہ طور پر بنائے گئے کتنے قوانین ختم کریں گے؟ کیا اکثریت کے کوئی حقوق نہیں؟ کیا اکثریت کو اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اگر یہ قانون موجود نہ ہو تو پھر مجرموں (گستاخوں) اور ان کے حمایتوں پر عدالت کے دروازے بند ہو جائیں گے جس کی وجہ سے ہر شخص قانون اپنے ہاتھ میں لے کر مجرموں سے انتقام لے گا جس سے ملک میں انارکی پھیلے گی۔ قانون ختم ہونے پر ملک گیر احتجاج کا ایک نہ تھمنے والا طوفان اٹھے گا، ہر گلی سے مسلمان نکلیں گے اور گستاخوں کو خود کیفر کردار تک پہنچائیں گے اور یہ ملکی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ہوگا۔

معتبر ذرائع کے مطابق اس قانون کے تحت 1986ء سے لے کر اب تک بارہ سو سے زائد مقدمات درج ہوئے ہیں مگر آج تک ان میں سے کسی ایک کو بھی سزائے موت نہیں دی گئی۔ نتیجتاً 40 سے زائد ملزمان مشتعل مظاہرین کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قانون توہین رسالت پر قانون کی روح کے مطابق موثر انداز میں عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ یہ بھی ایک لمحہ فکر یہ ہے کہ ماتحت عدالتیں تمام قانونی شواہد و واقعات کی موجودگی میں پورے طور پر مطمئن ہو کر ملزمان کو سزا سناتی ہیں جس کے بعد مغربی دنیا اس پر احتجاج کرتے ہوئے آسمان سر پر اٹھا لیتی ہے اور ملزم کی رہائی کے لیے سفارتی سطح پر ہر طرح کا دباؤ ڈالا جاتا ہے جس سے مجبور ہو کر حکومت ملزم کو عدالت سے بری کروانے کے لیے ہر ممکن ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے۔ اور بالآخر ملزم ''باعزت'' طور پر رہائی حاصل کر کے پورے پروٹوکول کے ساتھ بیرون ملک روانہ ہو جاتا ہے۔ جب کسی کو یہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کے مقدس ترین ہستی حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں توہین کرنے پر نہ صرف اُسے کوئی سزا نہیں ملے گی بلکہ اپنی مرضی کے مغربی ملک میں فیملی سمیت ویزا، نیشنیلٹی اور لاکھوں ڈالر ملیں گے تو اس کی نہ صرف حوصلہ افزائی ہوگی بلکہ وہ یقیناً ایسے قبیح فعل کا ارتکاب ضرور کرے گا۔

یہ بات بھی بڑی فکر انگیز ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں صدر پاکستان اور گورنرز وغیرہ کو خاص استثنا حاصل ہے کہ وہ کچھ بھی کریں (خواہ بڑے سے بڑا فوجداری جرم ہی کیوں نہ

ہو) یا کچھ بھی کہیں، انھیں ملک کی کسی عدالت میں نہیں بلایا جا سکتا۔ مزید براں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عدلیہ اور حساس اداروں پر تنقید قابل جرم ہے جس کی قانون میں سخت سزا مقرر ہے۔ اس طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ 123 بی کے تحت پاکستانی پرچم کی توہین قابل جرم ہے۔ معترضین نے ان سزاؤں پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس صدر، گورنر، عدلیہ، حساس اداروں یا پاکستانی جھنڈے سے بھی کم ہے۔ تانگے میں جتے گھوڑے کی طرح آنکھوں پر کھوپے چڑھا کر صرف ایک ہی رُخ پر دیکھنا قرین انصاف نہیں۔ اگر یہ قانون ختم ہو گیا تو ملک بھر میں لاء اینڈ آرڈر کا ایسا مسئلہ پیدا ہو جائے گا جس کی تلافی شاید ناممکن ہو۔ لاہور ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلہ میں لکھا تھا:

❑ ''مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکامات نے یہ بات ممکن بنا دی ہے کہ ملزموں کا عدالتی طریقہ کار سے مواخذہ کیا جا سکے اور معاشرہ میں یہ رجحان پیدا کر دیا ہے کہ قانونی کارروائی کا سہارا لیا جائے۔ تعزیراتِ پاکستان کی مذکورہ بالا دفعہ کے تحت مقدمے کے اندراج سے ملزم کو ایک عرصہ حیات میسر آ جاتا ہے۔ اس امر کے پورے مواقع کے ساتھ کہ وہ اپنی پسند کے وکیل کے ذریعے عدالت میں اپنا دفاع کرے اور سزایابی کی صورت میں اعلیٰ عدالتوں میں اپیل، نگرانی وغیرہ جیسی دادرسی کا فائدہ اٹھائے۔ کوئی بھی شخص، کجا ایک مسلمان، ممکنہ طور پر اس قانون کی مخالفت نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ من مانی کا سدباب کرتا ہے اور قانون کی حکمرانی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکامات کی تنسیخ کر دی جائے یا انھیں دستور سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہو جائے گا۔'' (پی ایل ڈی 1994ء لاہور 485)

قارئین کرام! اِس وقت اسلام دشمن بیرونی طاقتوں کے دباؤ پر پاکستان میں قانونِ توہین رسالت ﷺ کو پس پردہ غیر مؤثر یا ختم کیے جانے کے مختلف اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ قانون توہین رسالت ﷺ کو ختم کیے جانے کا مطلب ہے کہ (نعوذ باللہ) گستاخانِ رسول کو حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کرنے کا کھلا لائسنس دے دیا جائے۔ حضور شافع محشر ﷺ کے ایک ادنیٰ امتی ہونے کے ناتے ہمیں اِس قانون کی حفاظت کے لیے اپنی حیثیت سے بڑھ کر

تمام ضروری کاوشیں اور وسائل بروئے کار لانے چاہئیں۔ یاد رکھیے! جو شخص دامے درمے قدمے سخنے کسی بھی طریقے سے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا کام کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کام کی ترغیب اور تلقین کرتا ہے تو یقیناً وہ قبر وحشر میں ہر قسم کے خوف سے آزاد ہوگا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عزت وناموس اور ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے خوش نصیبوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور خاص رحمت کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ اہم کام صرف انہی لوگوں سے لیتے ہیں جن کی بخشش اور مغفرت کرنا مقصود ہو۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وناموس کا تحفظ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔ اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں، رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے، یہ عظیم الشان کام قبر میں چراغ نجات ہے، اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کے لیے آڑ ہے، پل صراط سے جلدی سے گزارنے والا ہے۔ اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ حرمتِ رسول ﷺ کے تحفظ کے لیے کام کرنے والا ہر شخص جنتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد پاک کا مفہوم ہے ''اگر کسی نے ہم پر کوئی احسان کیا ہے تو ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کہ ان کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن انھیں اللہ تعالیٰ دے گا''۔ یہ قاعدہ وقانون اب بھی موجود ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت اور عزت وناموس کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے اس فعل سے نہ صرف بے حد خوش ہوتے ہیں بلکہ آپ ﷺ، اس شخص کے اس احسان کا بدلہ قیامت کے دن اپنی شفاعت کے ذریعے ادا فرمائیں گے...... ایک گنہگار امتی کو اس سے بڑھ کر اور کیا انعام چاہیے! حقیقت یہ ہے کہ تمام دعاؤں سے تو دنیا ملتی ہے۔ مگر تحفظِ ناموس رسالت ﷺ کے کام سے سرکار دو جہاں یعنی محمد رسول اللہ ﷺ ملتے ہیں، جب آپ ﷺ مل گئے تو پھر کمی کس چیز کی ہے۔ دنیا میں بھی کامیابی، آخرت میں بھی کامیابی۔

؎ کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

(مکمل شد)

فہمِ قرآن ـــــ ایک تشنہ پہلو

❶

ڈاکٹر محمد سرشار خان

فضیلتِ آدم کی بنیاد

سورۃ البقرۃ آیت نمبر 32-31

’’پھر آدم کو (اللہ نے) سارے نام سکھا دیے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور (ان سے) کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ وہ بول اُٹھے آپ ہی کی ذات پاک ہے جو کچھ علم آپ نے ہمیں دیا ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے، حقیقت میں علم و حکمت کے مالک تو صرف آپ ہیں۔‘‘

خالق کون و مکاں نے (تمام مخلوقات کو اس تقریب میں آنے کا حکم دیا اور) فرشتوں سے کہا کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اس کی پیدا کردہ اشیاء کے نام (خواص) بتائیں۔ انسانی دماغ دراصل ناموں کے ذریعے ہی اشیاء کا علم اپنے ذہن میں محفوظ کرتا ہے۔ مثلاً جب وہ موبائل فون کا نام لیتا ہے تو اس کے متعلق بہت زیادہ علم ہوتا ہے کہ یہ کیسے کام کرتا ہے اور کیا کیا کام کرتا ہے۔ وہ انسان کی تمام معلومات دراصل اسمائے اشیاء پر مشتمل ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو سارے نام سکھانا گویا ان کو تمام اشیاء کا علم دینا تھا۔ انہوں نے ودیعت شدہ علم کی بناء پر انہیں ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا۔ یوں آدم علیہ السلام اپنے خصوصی وصف یعنی علم الاشیاء کی بنیاد پر مسجودِ ملائک ٹھہرے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے ہاتھوں سے خصوصی طور پر پیدا کیا اور اس میں

اپنی روح سے بھی کچھ پھونک کر اسے اپنی صفاتِ عالیہ کا مظہر بنا دیا اور اس علیم و خبیر نے انسان پر اپنی تخلیقات کے بے شمار راز آشکار کر دیے۔ فرشتوں کو سجدہ کا حکم دینا اصل میں انسانی احاطہ کائنات میں متعین تمام مخلوقات کو بشمول فرشتوں کے انسان کے لیے مسخر کر دینا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے کہ انسان کے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، مسخر کر دیا گیا ہے۔ یعنی کائنات کی ہر چیز کا مقصد انسان کی خدمت ہے۔ اگر کوئی انسان اسی سے اپنی اور بنی نوع انسان کی خدمت کا کام نہ لے تو وہ خلیفۃ الارض کہلانے کا ہرگز دعویدار نہیں ہوسکتا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے بعد زمین میں اسے اپنے نائب کا عہدہ عطا فرمایا تو ساتھ ہی اولادِ آدم سے اس عہدے کا حلف بھی لیا۔ یہ پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں، (سورۃ الاعراف آیت 172) انہوں نے عرض کی ضرور۔ آپ ہمارے رب ہیں۔ تب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں زمین و آسمان اور تمہارے باپ آدم کو گواہ ٹھہراتا ہوں تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہیں تھا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغام بر بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو، یاد دلائیں گے تاکہ تمہیں وہ حلفِ وفاداری یاد رہے جو تم نے روزِ ازل سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ کیا۔ اسی طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اسمائے اشیاء یعنی اپنی تخلیقات کا جو علم و شعور عطا فرمایا تھا اس کی یاددہانی اور تحصیل کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام پر اپنی کتب اور خصوصاً اپنی آخری کتاب جو ھدًی للناس اور ھدًی للمتقین ہے بھیجی، تاکہ انسان کے خلیفۃ الارض ہونے کی تکمیل ہوسکے۔

علم الاشیاء

علم الاشیاء کیا ہے؟ خالق کائنات کی بنائی ہوئی اشیاء کی ہیئت و ساخت اور افعال و خواص کے بارے میں مشاہدات اور تجربات کے ذریعے حاصل ہونے والے علم کو علم الاشیاء کہتے ہیں۔ سائنس اسی علم کا نام ہے، یعنی اشیاء پر غور و فکر کہ وہ کیسی ہیں اور کن اصولوں اور قوانین کے تحت کام کرتی ہیں؟

کائنات میں غور و فکر

آیئے دیکھیں کہ قرآن مجید ہمیں کس کس طرح سے کائنات میں غور و فکر کا حکم دیتا ہے۔

چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

☆ سورۃ آل عمران: آیت 191-190

''آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن رات کے بدلنے میں ان عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور کروٹ کے بل لیٹے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش پر غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔ اے رب! تو نے یہ عبث پیدا نہیں فرمایا تو پاک ہے، بس ہمیں دوزخ سے بچا''۔

سورۃ البقرۃ: آیت 164

''ارض وسماء کی تخلیق اور اختلافِ لیل ونہار میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں''۔

سورۃ الروم: آیت 23

''زمین و آسمان کی پیدائش اور چوپاؤں کی افزائش میں، تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں اللہ کی آیات ہیں''۔

سورۃ الروم: آیت 46

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خوشخبریاں لانے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔ اور یہ اس لیے کہ تمہیں اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھائے اور اس کے حکم سے کشتی (یا جہاز) چل سکیں اور اس لیے کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور شاید اس لیے کہ شاید! تم شکرادا کرو''۔

سورۃ فاطر: آیت 13-12

''اور دو دریا (دو ذخیرے) یکساں نہیں ہیں۔ یہ میٹھا ہے اور اس کا پینا پیاس بجھاتا ہے اور یہ کھارا اور کڑوا ہے کہ حلق چھیل دے اور تم دونوں سے تر وتازہ گوشت کھاتے ہو اور پہننے کے لیے زینت کا سامان نکالتے ہو اور اسی پانی میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس کا سینہ چیرتے چلی جارہی ہیں تاکہ تم اللہ کا کچھ فضل تلاش کرو اور اس کے شکرگزار بنو''۔

''اور رات کو دن کے اندر گھساتا ہے اور دن کو رات میں گھساتا ہے اور سورج اور

چاندکواس نے مسخر کررکھا ہے۔ یہ سب کچھ ایک وقت مقررہ تک چلے جارہا ہے۔ (جس کے یہ سارے کام ہیں) یہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے اور تم جن کو اس کے سوا پکارتے ہو وہ ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں''۔

سورۃ الشعراء: آیت 7

''کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی نفیس چیزیں اُگائی ہیں؟'' سورۃ الانبیاء 31، 30 اور 33 ''اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان کے منہ بند تھے یعنی (اکٹھے جڑے ہوئے) پھر ہم نے ان دونوں کو چیرا پھاڑا۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تخلیق کیا۔ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔''

سورۃ الفجر: آیت 17 تا 21

''بھلا وہ اونٹوں کی طرف نظر نہیں کرتے، کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟ اور آسمان کی طرف وہ کیسے بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں اور زمین کی طرف وہ کیسے بچھائی گئی ہے؟ پس تو سمجھا بے شک تیرا کام ہی سمجھانا ہے۔''

سورۃ النساء: آیت نمبر 82

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔

قرآن میں غور وفکر پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں 13 آیات میں اَفَلا تَعْقِلُوْنَ کے الفاظ آئے ہیں (پس کیا تم عقل نہیں رکھتے؟) 8 آیات میں لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (شاید کہ تم عقل کرو) کے الفاظ ہیں۔ 8 آیات میں لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (یہ باتیں عقل مند لوگوں کے لیے ہیں) فکر کرنے کا حکم 18 آیات میں سے اس کے علاوہ بھی ہیں۔ تدبر اور دیکھنے یعنی غور وفکر کا ذکر بہت سی جگہوں پر ہے۔

قرآن حکیم میں عبادات وغیرہ کے بارے میں 150 کے قریب آیات ہیں جبکہ کم از کم 756 آیات میں خالقِ کائنات نے ہمیں اپنی تخلیقات میں غور وفکر کا حکم دیا ہے۔ اس غور وفکر کا کیا

نتیجہ برآمد ہوتا ہے، اس پر بات کرتے ہیں۔

سورۃ الملک آیت 3 تا 4 ''جس نے سات آسمان تہہ در تہہ بنائے کیا تو رحمٰن کے بنائے میں کچھ فرق دیکھتا ہے۔ پھر نظر کو پھرا، کیا تو کوئی دراڑ دیکھتا ہے؟ پھر نظر کو دوبارہ پھرا، تیری طرف نظر واپس لوٹ آئے گی۔ رد ہو کر اور ہلکی ہو کر۔

سورۃ الاعلیٰ آیت 2 ''جس نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا پھر اسے جملہ تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ درست توازن دیا۔''

یعنی زمین سے آسمانوں تک کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا اور جو چیز بھی پیدا کی اسے بالکل راست اور درست بنایا۔ اس کا توازن اور تناسب ٹھیک ٹھیک قائم کیا، اس کو ایسی صورت پر پیدا کیا کہ اس جیسی چیز کے لیے اس سے بہتر صورت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی بات ہے جو سورہ سجدہ میں یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ آیت نمبر 7 ''میں نے ہر چیز جو بنائی خوب بنائی۔''

اسی طرح دنیا کی تمام اشیاء کا موزوں اور متناسب پیدا ہونا، خود اس امر کی صریح علامت ہے کہ کوئی صانع حکیم ان سب کا خالق ہے۔ کسی اتفاقی حادثے یا ایک سے زیادہ خالقوں کے عمل سے کائنات کے ان بے شمار اجزاء و اشیاء کی تخلیق میں یہ سلسلہ اور مجموعی طور پر ان سب اجزاء کے بے ہنگم اجتماع سے کائنات میں یہ ترتیب نظم و ضبط اور حسن و جمال پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

سورۃ الاعلیٰ: آیت 3 ''اور جس نے (ہر ہر چیز کے لیے) قانون مقرر کیا پھر (اسے اپنے اپنے قانون/ نظام کے مطابق چلنے کا) راستہ بتایا۔''

کسی شے کی مجال ہے کہ خالقِ کائنات کے بنائے ہوئے قوانین سے سر مو بھی انحراف کر سکے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیقِ کائنات کسی پیشگی منصوبہ بندی کے بغیر الل ٹپ نہیں ہو گئی تھی بلکہ اس کے لیے ایک پورا Plan/Lay out خالق کائنات کے پیش نظر تھا۔ اور یہ سب کچھ اسی منصوبے کے تحت ہو رہا ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے تو انسان بے اختیار پکار اُٹھتا ہے کہ اے رب! تو نے یہ عبث پیدا نہیں کیا تو پاک ہے، پس! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

آیاتِ الٰہی

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے مظاہر کو بھی ''آیات'' قرار دیا

ہے۔اور قرآن حکیم کی طرح صحیفۂ کائنات کی ان آیات میں غور وفکر اور تدبر کا بھی حکم زور دے کر بار بار ہمیں دیا گیا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو براہِ راست دیکھنا انسان کے بس میں نہیں لیکن اس کی مخلوقات پر غور وفکر اس کو پہچاننے کا یقینی ذریعہ ہے۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمانِ کامل اور یقین واثق لانا ہو تو قرآن حکیم سے رجوع کرو اور اس کے احکامات کے مطابق صحیفۂ کائنات پر پھیلی آیات (نشانیوں) پر غور وفکر کرو کیونکہ انہیں نشانیاں کہا ہی اس لیے گیا ہے کہ ان کے ذریعے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی پہچان ممکن ہے۔اس کی ربوبیت کی پہچان اور ادراک ہو جائے تو دل بے اختیار جذباتِ تشکر و امتنان سے مغلوب ہو کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے کہ اے رب! تو نے یہ عبث پیدا نہیں فرمایا تو پاک ہے، پس! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اسلام کے نزدیک پوری کائنات ایک ہمہ گیر منصوبہ بندی کے تحت وجود میں لائی گئی اور اس کے ذرہ ذرہ میں اہل بصیرت کے لیے اس کے خالق کے وجود، اس کی وحدت و یکتائی، قدرت، ربوبیت، صناعی، حکمت و مصلحت کے ناقابل انکار دلائل اور آیات یعنی نشانیاں موجود ہیں۔سورۃ الاعراف آیت 185 ''کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا؟ اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے، آنکھیں کھول کر دیکھا ہے..........''

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ہمارے پیارے نبی ﷺ کو بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کتابِ فطرت کے مطالعے کا بھرپور موقع دیا۔آپ نے ابتدائی زندگی میں سنتِ پیغمبری کے تحت بکریاں بھی چرائیں۔ یہ بھی تربیت رسل کا ایک ذریعہ تھا۔عرب کے لق ودق صحرا میں جہاں دور دور تک کوئی اور شخص دکھائی نہ دیتا ہو، اور آسمان چارسُو پھیلی وسیع زمین، جھاڑیاں اور درخت، پہاڑ، اڑتے پرندے، بادل، ہوا...... گویا فطرت کے قریب ترین ہونے کے سامان۔اوائل عمری کے بعد ایسی ہی کیفیت آپ کو چالیس سال کی عمر میں نصیب ہوتی ہے جب آپ کو خلوت گزینی محبوب ہوگئی اور آپ مکہ سے باہر اکیلے ہی کتنے کتنے دن غارِ حرا میں عبادت الٰہی میں گزار دیتے تھے۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیسی عبادت کرتے تھے نہ تو وہ کسی سابقہ مذہب کے پیروکار تھے نہ کسی نبی کے پیروکار تھے اور نہ ہی

انہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی کہ وہ آپ کو کوئی طریقۂ عبادت سکھا دیتے۔ اس کا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ آپ کی عبادت غور وفکر، سوچ وبچار کتاب فطرت کے مطالعے اور خود اپنی ذات میں غور وفکر پر مشتمل تھی۔

اسی غور وفکر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر حقیقتوں کے دروازے کھول دیے۔ سورۃ الضحیٰ: آیت 7 میں ہے ''اور اللہ نے پایا آپ کو (حقیقت کی تلاش میں) سرگرداں تو آپ پر براہِ راست ہدایت منکشف فرما دی۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے ''اے اللہ! مجھے حقیقتِ اشیاء کا علم دے۔'' اگر دیکھا جائے تو ایک عالم یا سائنسدان اس جامع ترین دعا سے بہتر کسی چیز کی خواہش نہیں کرسکتا۔ کیونکہ سائنس ہے ہی اشیاء کی حقیقت کو جاننے کا علم۔ پھر یہ دعا کہ ''یارب میرے علم میں اضافہ فرما۔'' علم کی فضیلت کی شاہد ہے۔ ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

''حکیمانہ بات مومن کی گمشدہ میراث ہے، وہ اسی کا سب سے زیادہ حق دار ہے جہاں کہیں بھی اسے پائے۔''

یہ انسان کی فطری جستجو اور تجسّس کا بنیادی مقصد علم کے اسی خزانے کی تلاش ہے جو روزِ اوّل سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے ودیعت فرمایا تھا۔ اور جس کی بنیاد پر اسے اشرف المخلوقات کا رتبہ بخشا تھا۔

مسلمانوں کی بہت بڑی بدقسمتی یہ ہوئی کہ ایک غیر قرآنی رویے کے تحت علوم کو تقسیم کر دیا گیا، مثلاً اگر کوئی دینی عالم آپ سے کہے کہ یہ تو دنیاوی کام ہے آؤ! کچھ خدا اور آخرت کے لیے کریں اور اگر وہ شخص علم فلکیات یا طبیعات کا مطالعہ کر رہا ہے تو اسے کہیں کہ یہ تو دنیاوی کام ہے، آؤ چلتے ہیں کچھ تبلیغ وغیرہ ہو جائے تو آپ بتائیں اس سے قرآن کی اسی آیات پر کتنی زد پڑے گی کہ ''جب خدا کہتا ہے کہ میرے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔'' آل عمران 191۔

علم کوئی بھی ہو وہ خدا تعالیٰ کا عطا کردہ ہے آج اگر اہل یورپ علم وتحقیق وجستجو میں

آگے نکل گئے ہیں تو یہ خدا کی مرضی کے بغیر نہیں ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو جستجوئے علم کا ثمر بھی بخشا ہے۔ یہاں دیکھیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مخاطب ہی کافروں کو کیا ہے۔ سورۃ 21 انبیاء آیت 30 ''اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان آپس میں منہ بند تھے (یعنی اکٹھے جڑے تھے) پھر ہم نے ان دونوں کو چیرا پھاڑا'' اب یورپی سائنسدانوں نے یعنی کافروں نے معلوم کرلیا ہے کہ یہ کائنات ہمیشہ ایسی نہ تھی، اچانک ایک بہت بڑے (Big bang) دھماکے کے نتیجے میں وجود میں آئی۔

مسلمانوں نے بہت عرصہ سے اپنے رسول ﷺ کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ

"طلب العلم فریضة علٰی کل مسلم و مسلمة"

اور جنہوں نے اسے درخورِ اعتنا سمجھا بھی تو اسے صرف دین کا علم مراد لیا۔ حالانکہ اگر دین کے علم کی بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں تشریح کی جائے تو تمام سائنسی علوم بھی اس میں آجاتے ہیں۔ دراصل ہم جذباتی باتوں میں پڑ گئے، شاعری میں دلچسپی لینے لگے، اُلٹا ہم نے سائنسز کے خلاف ایک حصار قائم کرلیا اور آرٹس کے مضامین کو ترجیح دینے لگے۔ ہم میں ایسے لوگ نہ رہے جو خدا سے آرزو کرتے کہ ہمیں بھی اپنے اس علم سے حکمت سے کچھ عطا کر۔ یاد رکھیں کہ سائنس تمام تر حکمت ہے اور خداوند کریم فرماتے ہیں (جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں'' اور جسے میں نے حکمت عطا کی اسے خیر کثیر عطا کردی۔''

یہ سمجھنے کی بات ہے کہ سائنس خدا کی حریف نہیں ہے، بلکہ وہ تو خود منکرین خدا سے اقرار کروا رہی ہے کہ کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے۔ اور ایک مسلمان کے نزدیک تو سائنس کا اعلیٰ ترین مقصد عبودیت اور تشکر الٰہی ہے۔ کائنات میں غور وفکر کر کے حاصل شدہ معلومات سے فائدہ اُٹھانا، عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ایجادات و مصنوعات تیار کر کے ترقی وخوشحالی بڑھانا، یہ عین اسلامی طرزِ فکر ہے اور اس کام سے غفلت برتنا احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے، جیسے کوئی عام آدمی بادشاہ کے دیے گئے کسی بیش قیمت تحفے کو ٹھکرا دے یا نظر انداز کردے۔ یہ جان کر بادشاہ کا برہم ہونا فطری امر ہے۔ اسی طرح اس کائنات میں بکھری ہوئی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں سے اعراض کرنا، حق تعالیٰ کی ناراضی اور خفگی کا

موجب ہے اور پر لے درجے کی ناشکری ہے۔

اس کے شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قوانین فطرت کو سمجھ کر انہیں بنی نوع انسانی کی فلاح و بہبو کے لیے بروئے کار لایا جائے۔ اسی کا نام ٹیکنالوجی ہے۔ مثلاً لباس کے بارے میں سورۃ اعراف کی آیت 26 میں ذکر ہے ''اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا ہے جو تمہارے جسم کے قابل ستر حصوں کو چھپاتا ہے اور خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔ اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔

لباس کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ لباس تو انسان خود تیار کرتا ہے، کپڑا بنی بنائی شکل میں کسی درخت پر تو نہیں لگتا نہ کسی کان سے نکلتا ہے، اسی طرح کشتی کے بارے میں فرمایا سورۃ 43 آیت 12 ''تمہارے لیے کشتی اور چوپائے بنائے ......'' اب کشتی تو انسان نے خود بنائی ہے۔ آسمان یا زمین سے بنی بنائی شکل میں تو نازل نہیں ہوئی، دراصل کشتی اور لباس کا ذکر بطور علامت ہوا ہے، جو سائنسی اصولوں یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کا مطالعہ کر کے انسان نے خود بنائے ہیں جو کہ عین منشائے الٰہی تھا، اسی طرح بے شمار ایجادات و مصنوعات کی صورت میں انسان کو میسر نعمتیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی دین ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے سورۃ 31 لقمان آیت 20

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مسخر کر دیا ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ اور اللہ نے اپنی کھلی اور چھپی ہوئی نعمتیں تم پر مکمل کر دی ہیں۔''

ہمیں ان سب کھلی اور چھپی ہوئی نعمتوں کا علم حاصل کر کے ان سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ کفرانِ نعمت سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و ربوبیت کے اعتراف کا یہی بہترین طریقہ ہے۔

(جاری ہے)

خیرکم من تعلم القرآن و علمہ

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں (الحدیث)

فتنۂ مال

وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَاءَ ھُمْ

محمد رشید عمر

نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کی دعوت، اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل معاشرے کی تشکیل کی دعوت اور عدل پر قائم نظام کی وضاحت اور اس کے قیام کی جدوجہد اس قدر مؤثر اور منطقی تھی کہ اس نے معاشرے کے اندر ایک ہلچل مچادی۔ سلیم الفطرت لوگ اس کی طرف کھنچتے چلے آئے، لیکن جن طبقات کے مفادات پر زد پڑ رہی تھی، جن کی قیادت و سیادت کو خطرات لاحق ہو رہے تھے انہوں نے پورے زور سے اس تحریک کا راستہ روکنے کی کوشش کی، ان لوگوں کی مزاحمت کا زور توڑنے کے لیے دنیاوی وسائل جن کی طرف آپ کی نظر اُٹھ سکتی تھی وہ یہ تھے:

1۔ عوام کی اکثریت

2۔ معاشرے کے نمایاں لوگ جو کھلے وسائل کے مالک تھے اور مؤثر حیثیت رکھتے تھے

جہاں تک عوام الناس کی تائید کا تعلق ہے یہ ایسا فیکٹر ہے کہ آج کی سیاست میں قیادت سازی میں یہ فیصلہ کن رول رکھتا ہے جو آدمی عوام کے جذبات کی ترجمانی کی جتنی قابلیت رکھتا ہے اتنا بڑا لیڈر بن سکتا ہے۔ لیکن نبوت کا مسئلہ عوام کی ترجمانی نہیں بلکہ حق کی ترجمانی ہوتا ہے، وہ خود حق کے تابع ہوتا ہے اور انسانیت کو بھی حق کے تابع کرنا یہ اس کی ذمہ داری ہوتی ہے اس کی طاقت اس کا وہ سیرت و کردار ہوتا ہے جس سے وہ خود حق کی پیروی کر رہا ہوتا ہے جس

سے وہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتا ہے۔ اسے اکثریت کا ترجمان بن کر ان کو پیچھے لگا کر مخالفین کا مقابلہ کرنے سے روک دیا جاتا ہے

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ (116:06)

''اور اگر تم پیروی کرو گے زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کی، تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے''۔

تفسیر:۔ مشاہدہ اور تاریخ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم، محقق اور با اصول آدمی تھوڑے رہے ہیں اکثریت ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی، بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں اگر تم اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کردو گے تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے بہک جاؤ گے۔ یہ آپ ﷺ پر رکھ کر دوسروں کو سنایا۔ (تشریح از تفسیر عثمانی)

آج یہ فتنہ جمہوریت کی شکل میں ہمیں لپیٹ میں لے چکا ہے، دین کے نفاذ کے مسئلہ کو جمہوری رائے کے تابع کر دیا گیا ہے اور اس کے نفاذ کے لیے چلنے والی تحریکیں بھی کسی نہ کسی شکل میں اس فتنے کا شکار ہو چکی ہیں۔

دوسرے لوگ جن کی طرف داعی حق کی نظر اٹھتی ہے، وہ صاحب حیثیت دنیاوی وسائل کے مالک اور معاشرے پر اثر رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں اس لیے کہ اگر یہ لوگ اس تحریک کا ساتھ دیں گے تو پھر دین کے نفاذ کی تحریک کو تقویت حاصل ہوگی یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو تحریک کی مخالفت کی صورت میں

(۱) تحریک کا راستہ روکنے کے لیے اپنے وسائل سے عملی اقدام کرتے ہیں۔

(۲) قیادت کو خریدنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۳) اس شرط پر ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں کہ اپنی بات بھی منوالیں گے۔

(۴) احسانات کر کے اخلاقی دباؤ ڈال کر اس کا رخ اپنی مرضی سے موڑ لیں گے۔

(۵) اپنی اصلاحی اور فلاحی خدمات سے اہل ایمان کے کندھوں پر سوار ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایسی کوششوں کی نشاندہی کی گئی ہے چند مقامات کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

(i) اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ...... (36:08)

''بیشک جولوگ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال سے تا کہ روکیں اللہ کی راہ سے''

(ii) وَاِنۡ کَادُوۡا لَیَفۡتِنُوۡنَكَ عَنِ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ لِتَفۡتَرِیَ عَلَیۡنَا غَیۡرَهٗ وَاِذًا لَّا تَّخَذُوۡكَ خَلِیۡلًا (73:17)

ترجمہ:۔ ''وہ لوگ چاہتے تھے کہ تجھے بہلا دیں اس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف تا کہ جھوٹ بنالائے ہم پر وحی کے سوا اور تب تو بنالیتے تجھ کو دوست''۔

(iii) اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَةَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ کَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ لَا یَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰهِ (19:09)

ترجمہ:۔ کیا تم نے کر دیا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک؛

(iv) وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡهِ حُسۡنًا وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِیۡ مَالَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (08:29)

ترجمہ:۔ اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی سے رہنے کی اور اگر وہ تجھ کو زور کریں کہ تو شریک کرے میرا جس کی تجھ کو خبر نہیں تو ان کا کہنا مت مان؛ میری طرف تمہارا لوٹنا ہے پس میں تمہیں خبر دار کر دوں گا جو تم کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کی چالوں سے بچنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کو ہدایت دی گئی۔

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰكَ عَنۡهُمۡ تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَکَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ (28:18)

ترجمہ:۔ ''اور اپنے آپ کو روکے رکھیئے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام وہ اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور آپ کی نگاہیں ان سے ہٹنے نہ پائیں،

(جس سے لوگوں کو یہ گمان ہونے لگے کہ) آپ دنیاوی زندگی کی آرائش وزیبائش چاہتے ہیں اور مت کہنا مانئے ایسے شخص کا جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے اور اس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو چکا ہے۔ اور آپ کہہ دیجئے کہ یہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تو اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے......''

اور آپ کے ساتھیوں کو یہ حکم دیا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (200:03)

ترجمہ: اے اہل ایمان (کفار کے مقابلے میں) ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور مورچوں پر جمے رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ مراد حاصل کرو۔

آج کی دینی قیادتیں جنہوں نے اقامت دین کی فکر اور کوششوں میں جان ڈالی ہے وہ ان فتنوں کا مقابلہ کرتی رہی ہیں لیکن ان قیادتوں کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد میں آنے والوں کے لیے یہ معاملات آزمائش بن جاتے ہیں۔ خاص طور پر وہ کارکن جنہوں نے اپنے قائدِ اوّل کے ساتھ تحریک کو اُٹھانے کے لیے خون کے دیے جلانے میں ان کی مدد کی ہوتی ہے اور اس بڑے قائد کی موجودگی میں انہیں اپنی بعض صلاحیتوں کے اظہار کا موقع نہیں ملتا وہ کارکن جب اپنی پوری شخصیت کے ساتھ میدان میں آتے ہیں تو اپنے رنگ کے ساتھ ذیلی اور مقامی قیادتوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ ایک بڑی قیادت کی رفاقت اور جماعت کا نام انہیں اور نمایاں کر دیتا ہے۔ پھر دو طرح کے نتائج سامنے آتے ہیں ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان مقامی قیادتوں کی وجہ سے جماعت کے اندر گروہ اور دھڑے بندیاں وجود میں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ مرکزی قیادت سے اختلاف رائے اور انا پرستی بڑے مشن سے علیحدگی تک کے راستے پر چلا دیتی ہے۔

دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ لوگ تحریک کے مخالفین یا تحریک کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے والوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں یہ مخالف لوگ جماعتی ساکھ اور خداداد صلاحیتوں والے لوگوں کو اپنے مقصد کے لیے دام ہم رنگ زمین استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں جن لوگوں کو

یہ استعمال کرنا چاہتے ہیں اگر ان میں کسی پہلو سے کمزوری پہلے سے موجود ہے تو یہ ذیلی قیادتیں ان فتنوں کا شکار ہو کر بڑی اجتماعیت اور عام کارکنوں کے لیے مشکلات پیدا کر دیتی ہیں مالدار لوگ ان ذیلی قیادتوں کو احسانات میں جکڑ لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ان کے اخلاقی دباؤ سے نکل نہیں سکتے۔ غیر محسوس طریقے سے ایسا دباؤ ڈالتے ہیں کہ یہ ان کی خواہشات کے ترجمان بن جاتے ہیں۔

باوسائل لوگوں کا ان کے گرد جمع ہو جانا اور ذیلی قیادتوں کی زبان آوری ان کو عام کارکنوں کے مدّ مقابل کھڑا کر دیتی ہے یہ اپنے آپ کو شے دیگر سمجھ کر جماعت اور عام کارکنوں کے لیے فتنہ بن جاتے ہیں جو کسی کے سمجھانے پر بھی اپنے حالات پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ وہ عام کارکن جنہوں نے ان کی شخصیت کو نمائندگی بخشنے میں محنت کی ہوتی ہے وہ ان کی نظر میں نکمّے اور حقیر بن جاتے ہیں۔ اقامت دین کا کام کرنے والی مرکزی قیادت ایسے فتنوں کا مقابلہ صرف اس کام پر یک سو ہو کر ہی کر سکتی ہے جیسے سورہ شوریٰ میں واضح فرمایا:

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَائَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ (15:42)

ترجمہ۔ تو (اے نبی ﷺ) آپ اسی کی دعوت دیتے رہیے اور جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے اور آپ کہہ دیجئے میں تو اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور (آپ کہہ دیجئے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں اللہ ہمارا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں ہمارے درمیان کسی حجت بازی کی ضرورت نہیں اللہ ہمیں جمع کر دے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔ (نوٹ۔ اس آیت کی تفسیر تفسیر عثمانی میں دیکھنے کے لائق ہے)

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَائَهُمْ کا حکم قرآن مجید میں بہ تکرار ملتا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جن کی خواہشات کی پیروی سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو معاشی، معاشرتی اور سیاسی مفادات کی

دوڑ جیتنے کے لیے باصلاحیت، تازہ دم گھوڑوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان پر سوار ہوکر وہ ناصرف خرچ کیا ہوا سرمایہ واپس لے سکیں بلکہ مستقل منافع کے حصول کے دروازے بھی کھل جائیں۔تاریخ، اہل ثروت واختیار کی ایسی کوششوں سے بھری پڑی ہے۔ائمہ دین نے ان کو سمجھا ہے، دین کی سربلندی کی فکر کی یک سوئی نے انہیں ایسی قوتوں کا شکار بننے سے محفوظ رکھا ہے۔ اگرچہ اس کے لیے انہیں آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی قیادت کو اس طرح کے فتنوں سے بچنے اور اپنے کارکنوں کو بچانے کے لیے ہر وقت ان قرآنی ہدایات کو پیش نظر رکھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

تعارفِ کتب

الحسن اکیڈمی، ختم نبوت کتاب گھر،
سرائے نورنگ ضلع لکی مروت کی مطبوعات

1 حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالاتِ زندگی کے ساتھ
آپ کی ذہانت کے انوکھے واقعات پر مشتمل کتاب

امامِ اعظم ابوحنیفہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات

مرتب: مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب (قیمت 50 روپے)

2 ختم نبوت...... چند ایمان افروز واقعات

مرتب: مولانا محمد طیب طوفانی

3 مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی پر معروف ادیب اشتیاق احمد کی نایاب کتاب

مرزا غلام احمد قادیانی

اور مولانا یوسف لدھیانوی کا ''قادیانی اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق''
کے عنوان پر مشتمل ایک اضافی مضمون۔

شعبہ نشر واشاعت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت 0302-5575928

اسلامی جماعتیں اور تحریکیں توجہ فرمائیں

پاکستانی سکولوں میں بچوں کو کیا پڑھایا جا رہا ہے؟

نصابی کتابوں میں انسانی حقوق کے منشور کی تعلیم کے اثرات تباہ کن ہو سکتے ہیں

پروفیسر سیّد خالد جامعی

(بشکریہ ماہنامہ البرہان لاہور اکتوبر 2018)

ہم نے بارہا لکھا ہے کہ مغرب سے اصل جنگ آزادی کے عقیدے کی جنگ ہے۔ آزادی کے عقیدے کا انکار کیے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ توہین رسالت ﷺ کا اصل سبب آزادی کا عقیدہ ہے اس کے خلاف جنگ ہونی چاہیے۔ اسلامی تحریکوں، مذہبی جماعتوں بلکہ پورے عالم اسلام کو منشور انسانی حقوق کے عقیدہ آزادی کا انکار کر دینا چاہیے کہ تمام فتنے اسی سے پیدا ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں 1985ء سے اب تک توہین رسالت کے پانچ ہزار مقدمات کا اندراج آزادی کے عقیدے کا نتیجہ ہے۔ یہ عقیدہ ہمیں اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے لیکن اس کی تنقید نہیں پڑھائی جاتی۔ ساتویں جماعت کے نصاب میں بچوں کو ہیومن رائٹس پڑھائے جا رہے ہیں PEAK PUBLISHING کمپنی کی کتاب SOCIAL STUDIES FOR TODAY (VOL-2) کو پڑھیے یہ کتاب پاکستان کے کئی اسلامی اسکولوں میں پڑھائی جا رہی ہے، اس کا آٹھواں باب ہے OUR RIGHTS AND RESPONSIBILITIES اس میں ذیلی سرخی ہے WHAT ARE HUMAN RIGHTS? اس سرخی کے بعد بتایا گیا ہے کہ ”ہر شخص کو مکمل آزادیٔ اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔ ہر شخص کو مذہب بدلنے کی آزادی ہے۔ ہر شخص کو ہر جگہ جانے کی آزادی ہے۔ ہر شخص کسی کے ساتھ بھی باہمی رضامندی سے تعلق

(ASSOCIATION) رکھنے کی آزادی ہے۔ ہر شخص کو تنقید کی مکمل آزادی ہے‘‘۔

آزادی کے یہ اسباق پڑھنے کے بعد اگر نوجوان سیکولر، لبرل ہو رہے ہیں تو کیا غلط ہے؟ نوجوان پوچھ رہے ہیں کہ مکہ مدینہ میں غیر مسلم کیوں نہیں جا سکتے؟ ہندو اور قادیانی سے شادی کیوں نہیں ہوسکتی؟ دین پر تنقید، اعتراض کی آزادی کیوں نہیں ہے؟ اسکولوں میں اسلامیات اور مطالعہ پاکستان پڑھانے والے استاد کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب ہی نہیں ہے حالانکہ ایک سادہ جواب یہ بھی ہے کہ کیا اس منشور حقوق انسانی پر تنقید کرنے کی، اسے مسترد کرنے کی، اس کے خلاف بغاوت کرنے کی آزادی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ مگر اسلامی اسکولوں میں یہ بھی نہیں بتایا جا رہا۔

علماء انسانی حقوق کے منشور کی حقیقت سے واقف نہیں

نوجوان نسل کو اسکولوں میں کیا پڑھایا جا رہا ہے؟ علماء اس سے واقف ہی نہیں۔ اگر واقف ہیں تو ان سوالات و مسائل سے واقف نہیں اور اگر ان سوالات سے واقف ہیں تو ان کے جوابات سے ناواقف ہیں۔ کسی دینی مکتب فکر کی جانب سے منشور انسانی حقوق کی تکفیر، تردید، تنقید ہمارے علم میں نہیں۔ مولانا زاہدالراشدی نے اس مسئلے پر ایک کتابچہ لکھا ہے۔ اس میں منشور کی ایک دو شقوں سے اختلاف ظاہر کیا ہے۔ لیکن حضرت والا کو یہ معلوم ہی نہیں کہ اس منشور کی اساس FEDERALISTS PAPERS ہیں۔ یہ منشور امریکی صدر ’روزویلٹ‘ کی اہلیہ ’ایلینا روزویلٹ‘ کی کوششوں سے تیار ہوا ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ منشور حقوق انسانی میں کسی ایک جگہ بھی خدا، آخرت، رسالت، گناہ، ثواب، عذاب کا سرے سے ذکر ہی نہیں لیکن اس کے باوجود راشدی صاحب کو اس منشور میں بہت کچھ اسلام کے مطابق نظر آ گیا ہے۔ منشور میں صرف فرد کے حقوق ہیں، کسی اجتماعیت کے حقوق نہیں ہیں۔ کیونکہ منشور سول سوسائٹی، آزاد معاشرے کے لیے وجود میں لایا گیا ہے، جہاں صرف فرد، ریاست اور مارکیٹ ہوتی ہے۔ جہاں تمام مذہبی، غیر مذہبی اجتماعیّتوں کا خاتمہ، انفرادیت پسندی، آزادی، ترقی مساوات کے ذریعے ہوجاتا ہے۔ حضرت والا ان فلسفیانہ مباحث سے واقف ہی نہیں۔

لیکن راشدی صاحب معذور ہیں کیوں کہ مشتاق احمد کی کتاب ’’جہاد، مزاحمت اور

بغاوت'' کے پیش لفظ میں وہ خود اعتراف کر چکے ہیں کہ ''مثلاً یہ کہ میں انگریزی سے نابلد ہوں جو بین الاقوامی قوانین کے اصل ماخذ تک رسائی کے لیے ضروری ہے۔ میرا ذہن صرف اصولوں کے استنباط و تعین اور کسی حد تک ان کی تطبیق کے دائروں تک محدود رہتا ہے۔ مطالعہ کا وہ تسلسل مصروفیات اور مزاج دونوں حوالوں سے یہ میرے بس کی بات نہیں۔ (مشتاق احمد، ''جہاد، مزاحمت اور بغاوت'' گوجرانوالہ الشریعہ اکادمی ص 17، 2008ء)

راشدی صاحب نہ انگریزی سے واقف ہیں، نہ فلسفے سے واقف ہیں، نہ مطالعہ ان کے بس کی بات ہے۔ اس کے باوجود وہ ان کتابوں کے دیباچے لکھ دیتے ہیں جن کتابوں کے مصادر، مآخذ، حقیقت، روح، جوہر، مابعد الطبیعیات، ایمانیات، حرکیات سے وہ واقف ہی نہیں ہیں۔ یہ عہد حاضر کے اہل علم ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی اس زمانے میں چھ سو میل کا سفر طے کر کے آیا، چالیس سوال پوچھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف آٹھ سوالات کا جواب دیا۔ بقیہ بتیس سوالوں کے جواب میں فرمایا: ''لا ادری''۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب جب انگریزی سے، فلسفے سے، مغرب سے واقف نہیں تو وہ ان موضوعات و مباحث پر کوئی رائے نہ دیں، لکھ دیں ''لا ادری''، لیکن علماء کے حلقے میں یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ بھی مغرب کو جانتے ہیں اور مغرب پر نقد کر سکتے ہیں، انسانی حقوق کے منشور اور عالمی بین الاقوامی قوانین پر غلط سلط رائے دیتے رہتے ہیں۔ ان کی کتاب ''اسلام، جمہوریت اور پاکستان'' PIPS نے شائع کی ہے جو ایک غیر علمی کتاب ہے۔ موصوف جمہوریت کے مآخذ، مصادر سے ناواقف ہیں لیکن جمہوریت عصر حاضر کا اہم موضوع ہے لہٰذا حضرت نے اس موضوع پر اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ عمار ناصر صاحب نے اسے علمی تحفہ، نادر شہ پارہ علم سمجھ کر مرتب کر دیا اور امریکی امداد سے چلنے والے عامر رانا کے ادارے نے اسے شائع بھی کر دیا اور مفت میں تقسیم بھی کر دیا۔

منشور انسانی حقوق کی تنقید لازماً پڑھائی جائے

ہماری درخواست دینی جماعتوں، اسلامی اسکولوں سے یہ ہے کہ اسکول، کالج، مدرسے، یونیورسٹی میں اگر منشور انسانی حقوق کے اسباق پڑھائے جا رہے ہیں تو آپ اس کی تنقید ہی پڑھا دیں لیکن ہم تو اس منشور پر ایمان لا چکے ہیں اور بعض علماء اسے اسلام اور خطبہ حجۃ الوداع

سے ثابت کر رہے ہیں۔ ہیومن رائٹس جب اسکولوں کے نصاب میں شامل کر لیا گیا اور بچوں کو پڑھا دیا گیا اور اس منشور انسانی حقوق کے کفر سے بچوں کو آگاہ بھی نہیں کیا گیا تو جو بچے مطلق آزادی کے اصول کو پڑھ کر عملی زندگی میں آئیں گے اور تمام انسان اس منشور کی روشنی میں برابر (EQUAL) ہوں گے تو وہ رسالت مآب ﷺ کو اپنے برابر، اپنے جیسا سمجھیں گے یا اپنے سے برتر؟ جب وہ پڑھیں گے کہ ہر شخص کو اپنے ہر قسم کے خیالات، افکار، جذبات پیش کرنے، پھیلانے کی اور کسی پر بھی تنقید کرنے کی آزادی ہے اور ہر شخص جب چاہے، جو چاہے مذہب اختیار کرنا چاہے، اختیار کر سکتا ہے اور اختیار کردہ مذہب میں جو چاہے ترمیم کر سکتا ہے جس سے مرضی چاہے شادی کر لے۔ خواہ اس کا مذہب، نسل کوئی بھی ہو تو ہماری نئی نسل کیا کرے گی؟ اس کے کفر کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ غلو فی التکفیر بھی ممکن ہے اور سہو فی التکفیر بھی ممکن ہے مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ منشور کی تکفیر ہی نہیں کی جا رہی نہ کوئی تنقید ہو رہی ہے۔ نہ منشور پر تفکیر ہو رہی ہے۔ اسے پورے عالم اسلام میں نہایت عزت سے دیکھا جا رہا ہے اور اس کی احمقانہ مذہبی توجیہات پیش کی جا رہی ہیں۔ عالم عرب اور ہندوستان اس کام میں سب سے آگے ہیں۔

اے لیول، او لیول کی لڑکیوں کے سوالات

مسئلہ صرف انسانی حقوق کے منشور کی تعلیم پر ختم نہیں ہو جاتا۔ اے لیول، او لیول اسکولوں میں اسلامیات کے نصاب میں ایسی کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں جن سے پوری اسلامی تاریخ اور اسلامی علمیت پر سوالات، شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ رسالت مآب ﷺ کی نعوذ باللہ CONCUBINE تھیں۔ لڑکیاں اسلامیات کے اساتذہ سے سوال پوچھتی ہیں: کیا واقعی ایسا تھا؟ لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ کچھ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ SEX SLAVE تھیں۔ طالبات اس پر بھی سوالات پوچھتی ہیں مگر انھیں کوئی جواب نہیں ملتا۔ اسلامیات کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت خوبصورت تھیں اس لیے آپ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے۔

فیلڈ مارشل ایوب خان نے ایک مرتبہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو بلا کر یہی سوال کیا تھا کہ ایک انگریزی کتاب میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو CONCUBINE کیوں لکھا ہے؟ یہ

کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب لے کر آؤ قریشی صاحب نے حسن مثنیٰ ندوی اور مولوی عبدالقدوس ہاشمی کو طلب کیا اور بتایا کہ ایوب خان سخت ناراض ہیں، اس کا جواب مانگا ہے۔ دونوں حضرات دن رات تحقیق کرتے رہے اور آخر میں ایک مقالہ حسن مثنیٰ ندوی نے تیار کیا جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ تھیں۔ یہ واقعہ خود حسن مثنیٰ ندوی نے ہمیں سنایا۔ افسوس ہے کہ اکیسویں صدی میں ہم ایسے جاہلانہ سوالات کا جواب بھی نہیں دے سکتے! غلط سلط تحقیقات پیش کر کے غلام احمد پرویز کی طرح لوگوں کو مطمئن کر دیتے ہیں۔

مطالعہ پاکستان میں کیا پڑھایا جارہا ہے؟

مطالعہ پاکستان میں مسلمان بادشاہوں کے واقعات کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ طلباء بادشاہوں اور بادشاہت سے نفرت کرنے لگتے ہیں لیکن ان کتابوں میں جمہوریت کی خونی تاریخ پر ایک لفظ نہیں لکھا جاتا۔ مثلاً شاہ جہاں کے بارے میں اورنگ زیب کے طرزِ عمل کو کتاب میں اس طرح لکھا گیا ہے جیسے اورنگ زیب ایک بہت ظالم حکمران تھا جس نے اپنے بھائی کو جان بوجھ کر اقتدار کے لیے قتل کر دیا تھا۔ میدانِ جنگ کے واقعات کو غلط تناظر دے کر یہ بتایا گیا ہے کہ اورنگ زیب نے باپ کو پینے کا پانی بھی نہیں دیا اور جب باپ نے دہائی دی تو اس نے مختصر جواب میں کہا IT IS YOUR OWN FAULT کتاب میں تمام تاریخی حقائق کو نظر انداز کر کے صرف یہ لکھا ہے کہ بے گناہ شاہ جہاں جو اورنگ زیب کا باپ تھا، آگرہ کے قلعہ میں نظر بند تھا اور پھر بتایا گیا کہ وہ اپنے اپارٹمنٹ سے حسرت کے ساتھ تاج محل کو دیکھتا رہتا تھا۔

HIS EYES FIXED ON TAJMAHAL WHICH HE COULD SEE FROM HIS APARTMENT

پہلے قلعہ (FORT) کا ذکر ہوا پھر قلعے کو مصنف نے ایک ہی لمحے میں APARTMENT میں تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد کتاب میں ایک تصویر دے دی ایک جھروکا ہے جس سے تاج محل نظر آرہا ہے۔ اس تصویر کو غم انگیز اور دردانگیز بنانے کے لیے عبارت لکھی گئی:

THE VEIW FROM SHAH JEHAN PRISON LOOKING TOWARDS TAJ MAHAL

دارا شکوہ کے عقائد، سازش، جنگ، اورنگ زیب کو قتل کرنے کی کوشش اس تمام

پس منظر کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کتاب میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ شاہ جہاں کو ممتاز محل سے بہت محبت تھی لہٰذا شاہ جہاں کو خاص طور پر تاج محل کے قریب رکھا گیا تھا۔ مگر تحریر اور تصویر اورنگ زیب کے رویے کو ظالم بتا رہی ہے۔ تاریخ کیسے پڑھائی جائے؟ تاریخی واقعات کس طرح سمجھائے جائیں یہ خود ایک نہایت اہم موضوع ہے جس پر غور و فکر ضروری ہے۔

ہماری کتابوں میں بچوں کو یہ کچھ پڑھایا جا رہا ہے اور اس کا جواب ہمارے اساتذہ کے پاس نہیں ہے۔ نہ نصابی، تحقیقی، تعلیمی ادارے اس موضوع پر کام کر رہے ہیں۔ بچے جب تاریخ، مطالعہ پاکستان، اسلامیات پڑھتے ہیں تو ان کے ذہن میں بے شمار سوالات و شبہات اشکالات متن میں بچھی ہوئی بارودی سرنگوں کے ذریعے پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ استاد بھی ان سے لاعلم ہوتا ہے۔ اس پر بھی غور و فکر ضروری ہے کہ بچوں کو اسلامیات، تاریخ، تاریخ پاکستان اور تاریخ اسلام کیسے پڑھائی جائے؟

اساتذہ، دینی سکولوں اور نصابی تحقیقاتی اداروں کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے تمام سوالات کا ایک DATA BANK بنائیں اور اہل علم سے رجوع کر کے ان کے جوابات لکھوائیں۔ آج کا طالب علم جب اپنی تہذیب، علمیت، اسلام اور تاریخ کے بارے میں یہ کچھ پڑھے گا تو وہ لبرل ہوگا یا مسلمان؟ اسے اسلامی تاریخ سے محبت ہوگی یا نفرت؟ وہ اپنے ماضی پر فخر کرے گا یا شرم سے پانی پانی ہوگا؟

''منشور انسانی حقوق'' میں بیان کردہ حقوق اللہ کی طرف سے آئے ہیں

یہ حقوق کہاں سے آئے ہیں؟ اس بارے میں کچھ پتہ نہیں۔

ساتویں جماعت کے اسکول کی کتاب میں ''منشور انسانی حقوق'' کا خالق امریکہ کو بتایا گیا ہے۔ USA کا اعلان آزادی 1776ء اس منشور کی بنیادی بنا۔ بچوں کو اس باطل منشور انسانی حقوق کے ماخذ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ حقوق خالق کائنات خدا کی طرف سے آتے ہیں یعنی منشور انسانی حقوق کے کفر کا ماخذ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ہے۔

THAT RIGHTS COME FROM THE CREATOR GOD(P.113)

سبق میں لکھا ہے:

WHERE DO HUMAN RIGHTS COME FROM? (P.113)

اس سوال کے جواب میں کہ انسانی حقوق کہاں سے آتے ہیں؟ پہلے کتاب بتاتی ہے کہ خدا کے یہاں سے۔ پھر اس کے بعد بتاتی ہے کہ اس سوال کا کوئی مطلق (ABSOLUTE) جواب موجود نہیں بس مختلف نظریات، خیالات اور افکار ہیں۔

THERE IS NO DEFINITE ANSWER TO THIS QUESTION ONLY THEORIES. (DOREEN CRAWFORD SOCIAL STUDIES FOR TODAY 2 PEAK PUBLISHING LONDON P. 113 PAKISTAN EDITION 2017)

حقوقِ انسانی کہاں سے آئے، کچھ معلوم نہیں۔ مختلف نظریات (IDEAS) ہیں البتہ امریکی اعلانِ آزادی بتاتا ہے کہ یہ حقوق خدا کے پاس سے آئے ہیں۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان قرآن کو انسانی حقوق کا ماخذ ثابت کرتے ہیں۔ ان عبارتوں سے یہ ثابت کر دیا گیا کہ انسانی حقوق کے منشور کا ماخذ اللہ اور اسلام ہے یہی اس کتاب کا اصل مقصد ہے یعنی منشور کے ماخذ پر، حقوق پر امریکہ، اسلام اور پوری دنیا، پوری انسانیت متفق ہے۔ اسکول کے نصاب میں منشور انسانی حقوق کے بارے میں اتنے تضادات موجود ہیں لیکن اسکول کے اساتذہ ان تضادات کو بھی واضح نہیں کر سکتے۔ وہ خود اس منشور سے مرعوب ہیں اور اسے عین اسلامی سمجھتے ہیں۔

اوباما نے اپنی تقریر میں 'آزادی' کا اصل مطلب بتایا

کیا اسکولوں میں اوباما کی تقریر پڑھائی جاتی ہے؟

مشال خان کے قتل پر راقم نے مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی خدمت میں صدر اوباما کی اقوام متحدہ میں توہین رسالت کے حق میں تقریر کا متن پیش کر کے پوچھا تھا حضرت اس کا حکم کیا ہے؟ اس تقریر کی روشنی میں مغرب سے عالم اسلام کے تعلقات کی کیا نوعیت ہوگی؟ نئی ''کتاب السیر'' مرتب کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اوباما کے اس فتوے پر اسلام کا فتویٰ کیا ہوگا؟ ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا۔ حالانکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ تک سب کا اجماع ہے کہ تکفیر حکم شرعی ہے لیکن ہم اس میں بھی مداہنت برتنے لگے ہیں۔

صدر اوباما نے اقوام متحدہ میں ترکی کے 'عظیم' خلیفہ طیب اردوان، مصر کے محمد مرسی،

ایران کے انقلابی صدر احمدی نژاد، پاکستان کے آصف زرداری کے سامنے اعلان کیا کہ ’’آزادی پوری دنیا کا عقیدہ ہے سب اس عقیدے کو مانتے ہیں یہ عالمی، آفاقی عقیدہ ہے۔ منشور انسانی حقوق میں آزادی کے عقیدے کے مطلب میں رسول ﷺ کی توہین کی آزادی بھی شامل ہے اور توہین رسالت کے مسئلے کا حل صرف یہ ہے کہ توہین رسالت کی اور آزادی دو اور آزادی دو۔‘‘ امریکی صدر کی یہ تقریری تمام انقلابی مسلم حکمرانوں نے سنی۔ سب خاموش رہے یہ ہے آزادی کا مطلب۔ کیا منشور انسانی حقوق میں ’آزادی‘ کا یہ مطلب اسلامی اسکولوں میں پڑھایا جا رہا ہے؟

انسانی حقوق بنانے اور مسلط کرنے والی قوموں نے دنیا پر کتنے مظالم کیے اور کیوں کیے؟

ساتویں جماعت میں ان کافرانہ عقیدوں کو پڑھنے کے بعد اور ان کو ایک عالمگیر سچائی تسلیم کرنے کے بعد کیا بچے کا دین ایمان عقیدہ اسلام رہ سکتا ہے؟ علماء مذہبی جماعتیں ان مباحث سے بالکل لاتعلق ہیں۔

ایک جانب مغرب کو انسانی حقوق کا علمبردار ثابت کیا جا رہا ہے کیونکہ ساتویں جماعت کی اس کتاب میں انسانی حقوق کے منشور کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ اس منشور نے انسانوں کو ظلم و استیصال سے بچایا ہے۔ مگر کتاب میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ اس منشور کی بنانے والی قوموں نے اور دنیا بھر پر اس کو مسلط کرنے والوں نے دنیا پر کتنے مظالم کیے ہیں اور کیوں کیے ہیں؟ انسانی حقوق کے نام پر اربوں لوگوں کا قتل عام کیا گیا ہے۔ مغرب کی لبرل اقوام نے دنیا کے ساتھ کیا کیا؟ لبرل ازم اصلاً دہشت گردی ہے۔ دہشت گردی کے لیے کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہیں وہ تو TAKEN FOR GRANTED ہے۔

اسی اصول کے تحت امریکہ اور تمام مغربی استعماری قوموں نے گزشتہ پانچ سو سالوں میں دنیا میں تاریخ انسانی کی سب سے بدترین دہشت گردی کی ہے۔ حیرت ہے کہ یونیورسٹی میں پڑھنے والوں کو بلکہ اسلامی تحریکوں کو بھی لبرل ازم کا یہ چہرہ نہیں معلوم!

وہ شخص پاگل ہے جو کام نہ کرے اور پیسے نہ کمائے

لبرل ازم کا سب سے بڑا سیاسی فلسفی جان رالز کہتا ہے: عورتوں کو عورتوں والے کام

کرنے سے روکنے کا طریقہ جبر تشدد ظلم نہیں اسے بس مرد جیسا بنادو۔ یہ کام تعلیم ترقی اور نوکری کرے گی تو خود ہی عورت والے کام ختم کردے گی اس سے معاشی ترقی ہوگی یہ عورت خود بچہ نہیں پیدا کرے گی وہ لبرل ازم جس کا ''منشور حقوق انسانی'' آزادی، مساوات، ترقی کے عقیدوں میں مبتلا کر کے عورت کو بچہ پیدا نہ کرنے پر اُکسا رہا ہے مجبور کر رہا ہے۔ اس پر اسلامی اسکولوں میں کوئی تنقید نہیں ہو رہی۔ جان رالز نے اپنی کتاب میں اس صورت حال کا بہترین تجزیہ کیا ہے کہ عورت کو بچے پیدا کرنے سے کیسے روکو، اسے مرد جیسے بنادو، جدید تعلیم جدید ریاست، آزادی، مساوات ترقی کے ذریعے رالز کے لبرل ازم کو مسلط کر رہی ہے۔ پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ عورت تعلیم حاصل کرتی ہے نوکری کرتی ہے گھر سے نکلتی ہے اور بچے پیدا کرنا نہیں چاہتی کہ آزادی ترقی متأثر ہوتی ہے اسے تعلیم اور نوکری پر کون مجبور کر رہا ہے؟ لبرل معاشرے لبرل ریاست اور منشور حقوق انسانی کے تحت لوگوں کو ''عبد'' اللہ کا نیک بندہ بنانے کی بجائے ''انسان'' بننے پر مجبور کرنے کا جبری طریقہ تعلیم اور نوکری ہے۔ اسی لیے اس صدی کا سب سے بڑا فلسفی فوکالٹ لکھتا ہے کہ کام کا نہ ہونا پاگل پن (MADNESS) ہے اور مغرب میں کام (WORK) کا مطلب وہ عمل ہے جس سے آمدنی، سرمایہ، CAPITAL پیدا ہو۔ کیونکہ جان رالز نے لکھا ہے کہ وہ شخص اپنی نظروں میں خود عزت کے قابل نہیں ہے، اگر سے چار بنیادی خیر حاصل نہ ہوں:

1: آمدنی (INCOME) 2: دولت (WEALTH)

3: قوت (POWER) 4: اقتدار (AUTHORITY)

اگر عورت گھریلو ہے، گھر کے کام کرتی ہے تو اسے ورکر (WORKER) تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ پاگل ہے جو سرمایہ نہیں کماتی۔ اسی لیے ایسی عورت ورکنگ وومن (WORKING WOMEN) نہیں کہلاتی۔

کیا اسلامی جماعتیں، ان کے مفکرین، تعلیمی ادارے، ان کے CONSULTANTS آفاق، CEF,ERDC سب دیگر کاموں میں مصروف رہیں گے یا ان مسائل پر بھی کچھ لکھیں گے؟ اسلامی، تحقیقی، علمی نصابی کام کرنے والے اداروں کو جدید ذہن میں پیدا ہونے والے شبہات، سوالات کی فہرست تیار کر کے اہل علم سے ان کے جوابات لکھوائے جاسکتے ہیں۔ خصوصاً

منشور انسانی حقوق کی سادہ، سہل، عام فہم تنقید پر مشتمل کتابچے، GUIDES اساتذہ کے لیے تیار کرکے ان کی با قاعدہ تربیت کرنی چاہیے۔ یہ فکری کام انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

منشور حقوق انسانی میں جس 'انسان' کو حقوق (RIGHTS) دیے گئے ہیں اس 'انسان' کی تعریف پہلے کانٹ نے اپنے مضمون "WHAT IS ENLIGHTENMENT" میں پیش کردی ہے حقوق انسانی صرف اس انسان کے لیے ہیں جو مذہب حقوق انسانی کو مانتا ہے اور جو اس مذہب کو نہیں مانتا، اس کے کوئی حقوق نہیں ہیں۔ کانٹ جدید، روشن خیال انسان اُسے سمجھتا ہے ''جو اللہ، کتاب اللہ، وحی، عالم دین سے علم حاصل کرنے کا محتاج نہیں۔ جو علم میں خود کفیل ہے'' جو ہدایت روشنی کے لیے اپنے سے باہر نہیں اپنے اندر دیکھتا ہے۔ لہٰذا کانٹ نے صرف عقلیت اور تجربیت کے حاصل کو علم قرار دیا اور میٹا فزکس کے علم کو جہالت قرار دیا۔ عہد حاضر کی جدید ریاست اسی لیے صرف تعلیم یافتہ ترقی یافتہ انسان پیدا کرتی ہے، ہدایت یافتہ انسان پیدا نہیں کرتی۔ اسی لیے یہ ہدایت سے محروم انسان یورپ، امریکہ، چین، بھارت میں بوڑھے ماں باپ کو گھر سے باہر نکال کر سڑکوں پر یا اولڈ ہوم میں پھینک رہا ہے۔ چین اور بھارت میں اسی لیے PARENTS PROTECTION ACT بنائے گئے ہیں یہ جدید تعلیم، ترقی، آزادی کا نتیجہ ہے۔

کانٹ کی طرح فوکالٹ نے بھی جدید انسان پر روشنی ڈالی ہے وہ بھی پڑھ لیجئے۔ اس کے خیال میں روشن خیال انسان، حقیقی انسان اور عہد روشن خیالی کا مطلب یہ ہے کہ یہ انسان اور اس کا عہد، عہد تنقید (AGE OF THE CRITIQUE) ہے۔ یہ ایمان و یقین کا نہیں اعتراض، تنقید، سوال، شبہ، شک کا دور ہے جس سے علم بڑھتا ہے۔

کیا ہے تُو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں، لا الٰہ الا اللہ

فحاشی اور بے حیائی کے فروغ کا باعث مادر پدر آزاد میڈیا
کیا میڈیا کا احتساب ممکن ہے؟

ابوفیصل محمد منظور انور

اس وقت عالمی سطح پر میڈیا کی آزادی کا بڑا چرچا ہے کیوں نہ ہو کہ گلوبل ویلج بننے کے بعد اقوام عالم کو اردگرد کے حالات سے آگاہ رہنے کی اشد ضرورت ہے۔ کسی بھی ملک میں معمولی یا غیر معمولی واقعہ ہو، جنگ ہو، حادثہ ہو، یا امن وامان کی صورت حال خراب ہو میڈیا کے سینکڑوں چینلز موجود ہیں جو دنیا بھر کی عوام کو لائیو کوریج دے کر دکھاتے ہیں۔ اردگرد کے حالات سے آگاہ رہنا ہر شخص کی خواہش ہی نہیں بلکہ اس کا حق ہے۔ مگر میڈیا کے کرتا دھرتا عناصر نے ہر علاقے کے لئے الگ الگ پیمانے (pera meter) مقرر کر رکھے ہیں جو ترقی یافتہ مغربی ممالک اور ان کے حواریوں اور اتحادیوں کے لیے اور ہیں جبکہ تیسری دنیا کے غریب اور غیر ترقی یافتہ ممالک کے لئے اور ہیں۔ اس کی وجہ ان مغربی ممالک کی اجارہ داری ہے۔

ایک اطلاع کے مطابق دنیا بھر کے مختلف چینلز کے 97% شیئر کے مالکان مغربی ممالک کے امیرزادے ہیں جو اپنے کاروبار کو وسعت دینے اور اس کے تحفظ کے لئے سرگرداں رہتے ہیں انھیں اس بات سے کوئی غرض ہی نہیں ہے کہ میڈیا رپورٹ کے نتیجے میں کسی ایک شخص یا دنیا بھر کے کروڑوں لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہے، جھوٹ فراڈ پر مبنی میڈیا رپورٹ کے نتیجے میں کسی کو کتنا مالی یا اخلاقی نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ ہوس زر کے پجاری یہ بے رحم لوگ اخلاقی قدروں سے تہی دامن ہیں ان ننگ انسانیت عناصر کا نہ کوئی نظریہ ہے نہ مذہب نہ دین۔ یہی وجہ ہے کہ اس

وقت میڈیا کو استحصالی طبقات اپنے مفادات کے لئے استعمال کر رہے ہیں میڈیا کے کرتا دھرتا پروڈکس کی فروخت کے لئے جو تشہیر کرتے ہیں اس سے تو شاید انسانیت ہی شرما کر رہ جائے۔ بظاہر یہ عناصر قرآن مجید کی اس آیات کا مصداق ہے: ''جن لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے اور یہی لوگ فاسق (بدکردار) ہیں''۔(19:59)

اس وقت میڈیا کا کردار انسانیت کو کسی بھی خیر سے آگاہی دینے کا بالکل ختم ہو کر رہ گیا ہے بلکہ شر کو پھیلانے اور عریانی فحاشی کا دلدادہ بنا کر الحاد کی راہ دکھانے کا ہی رہ گیا ہے۔اقوام عالم کی اکثریت نے خواتین کو صنف نازک کے نام سے پیش کیا ہے اور انھیں امور خانہ داری تک محدود رکھنے کی توقعات وخواہشات کا اظہار کیا جاتا رہا ہے مگر حقوق نسواں کے علمبرداروں نے پہلے اسے گھر کی چار دیواری سے نکالا پھر مردوں کے مساوی حقوق دلانے کے نام پر بازاروں میں پہنچایا پھر آزادی کے نام پر سیکولر معاشرے میں موجود بے رحم بے حیا عناصر کی خواہشات پر پیکر شرم وحیا بنت حوا کو شمع محفل بنا کر رکھ دیا اور اسے کلبوں اور بازاروں کی زینت بنا دیا مغربی آزاد خیال معاشروں کے مردوں نے تو اپنی معاشرتی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرتے ہوئے پیکر شرافت، عفت مآب خواتین کو بھی روزی روٹی کمانے کے نام پر بازار کی زینت بنا دیا کہ اب اسے مردوں کے شانہ بشانہ کما کر لانے کی ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں اور بات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ امور خانہ داری کی ذمہ داری نبھانے کی بجائے اسے گھر سے باہر دھکیل کر مادر پدر آزاد معاشرے میں جنسی درندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جہاں ماں، بہن، بہو، بیٹی ایسے مقدس رشتوں کی پہچان ہی ختم ہو چکی ہے جو اسے کمرشل بنیادوں پر Decoration Piece کے طور پر پیش کر کے اپنی جنسی تسکین کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔مغربی ممالک ایک منظّم سازش کے تحت عورت کے ذریعے اپنی بے حیا تہذیب دنیا بھر میں پھیلا رہے ہیں خاص طور پر ٹی وی کی سکرین پر عورت کی جسمانی نمائش کے لیے پیش کر کے اس کی انتہائی حد تک تذلیل کی جا رہی ہے۔عورت جس کا مطلب چھپا کر رکھنے والی چیز ہے اسے مجسمہ شرم وحیاء ستر پوشی و پردہ پوش بنانے کی بجائے پیکر حسن و جمال بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں　　　لاتے ہیں سرودِ اول، دیتے ہیں شراب آخر

میڈیا کا اصل کام تو عوام کو عالمی و مقامی حالات و واقعات سے باخبر رکھنا ہوتا ہے۔ کسی بھی قوم کے عالم فاضل، دانشور، مذہبی رہنماء اور سیاسی شخصیات پہلے اسے مشنری جذبے کے تحت اپنی قوم و ملک کی رہنمائی کے لئے استعمال کرتے تھے یا پھر شاعر اپنی شاعری سناتے اور انھیں ورطہء تحریر میں لاتے تھے کتابیں شائع ہوتی تھیں اور اس کے ذریعے یہ پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچتا تھا اور ملکی غیر ملکی حالات واقعات و ثقافت سے آگاہی ہوتی تھی مگر بدقسمتی سے اب پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اسے شوبز کی طرز پر چلانا شروع کر دیا ہے الیکٹرانک میڈیا پر قابض عناصر نے اپنے اپنے مفادات کی خاطر اسے تجارتی بنیادوں پر چلانا شروع کر رکھا ہے مغربی اور بھارتی میڈیا کی نقالی کرتے ہوئے پاکستان میں بھی میڈیا کو زیادہ تر تفریحی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے اسوقت اکثر ٹی وی چینلز پر جو کچھ دکھا رہا ہے وہ قابل مذمت ہی نہیں نا قابل برداشت ہوتا جا رہا ہے عریانی سے مرصع کمرشل اشتہارات انسانوں کو نفسیاتی مریض بنا رہے ہیں مگر ہر شخص تیزی کے ساتھ بدلتی ہوئی عالمی و مقامی اور سیاسی صورت حال سے باخبر رہنے کیلئے یہ پروگرامز دیکھنے پر مجبور ہیں۔ خبروں کے دورانیہ میں ایسے گھٹیا کمرشل اشتہارات دکھانا چینلز مالکان اور متعلقہ انتظامیہ کا محبوب مشغلہ ہے ان اخلاق باختہ پروگراموں کو نا صرف پاکستانی مسلمان اور دیگر مذاہب کے کروڑوں انسان دیکھتے ہیں جو ہماری روشن خیالی کی داد دیتے ہوئے ہماری اسلامی ثقافت کو بے توقیر ہوتے دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں اسلام دشمن تو صدیوں سے ہمیں رقص و سرود کے رسیا اور اسلامی اخلاقیات سے عاری ایسے ہی بے عمل و گمراہ مسلمان بنانے اور دیکھنے کے متمنّی تھے اور اب ان کی یہ دیرینہ خواہش پوری ہو چکی ہے۔

؎ تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکُشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

عریانی فحاشی کے امڈتے ہوئے موجودہ سیلاب میں اسلامی اخلاقی قدریں دفن ہو رہی ہیں شرم و حیا جو تھوڑا بہت بچ گیا ہے وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھی رخصت ہو رہا ہے اگر فحاشی کے سیلاب کا سدباب نہ کیا گیا تو ہماری آئندہ نسلوں میں وہ شرم و حیا ہی ختم ہو کر رہ جائے جس کا دین اسلام تقاضا کرتا ہے۔ پہلے ریڈیو کا زمانہ آیا شروع شروع میں اس کے پروگرام سنجیدہ گفتگو اور ہلکے

پھلکے مذاق تک محدود رہے پردہ سکرین ایجاد ہوا اور فلمیں بننے لگیں وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی آتی چلی گئی اور سنجیدہ معیاری پروگرامز کی بجائے میراثیوں، کنجروں، بھانڈوں کو سامنے لا کر لچر پن پر مبنی پروگرامز نشر ہونے لگے تو اسے ایک صنعت کا درجہ دے کر با قاعدہ ایک سازش کے تحت بے حیائی کو فروغ دینے کے پروگرام شروع کئے گئے ہیں کہ اب تو کوئی بھی پروگرام عریانی فحاشی دکھائے بغیر نشر نہیں ہوتا ایسے بیہودہ پروگرام کہ کوئی شریف آدمی انھیں اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ نہیں سکتا۔ مذہبی رجحان والے افراد کی اکثریت کی طرف سے تو اپنے گھروں سے ٹی وی سیٹ کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے البتہ مذہب بیزار مغربی کلچر کے دلدادہ، روشن خیال سیکولر اور لبرل طبقات کی بات اور ہے۔ ایسے ملک میں جس کی بنیاد کلمہ طیبہ کے نام پر رکھی گئی تھی ایسے گھٹیا پروگرام دکھانا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ٹی وی چینلز جو عریانی و فحاشی کو پھیلانے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں اس وقت پاکستانی اخبارات میں جو چھپ رہا ہے اور ٹی وی چینلز پر جو مناظر دکھائے جا رہے ہیں اس سے ایک لادین معاشرہ تشکیل پا رہا ہے نوجوان نسل اخلاقی طور پر گناہوں کی دلدل میں دھکیلی جا رہی ہے جس کا اندازہ روزانہ اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ چھپنے والی کم عمر بچیوں سے زیادتیاں اور لڑکیوں سے ریپ کے قصے شامل ہیں الیکٹرانک میڈیا پر عوامی تفریح کے نام پر ایسے روح فرسا مناظر دیکھنے کو مل رہے ہیں جنھیں اکثریت پسند نہیں کرتی ہے یوں لگتا ہے کہ شاید ہمارا اسلام اور مسلم معاشرے سے کوئی تعلق ہی نہیں پڑوسی ملک بھارت کا تو مذہب ہی موسیقی سے عبارت ہے بت پرست معاشرے کی دیکھا دیکھی ہمارے مسلم ملک میں ایسے مخرب اخلاق اور فحاشی و عریانی کے منظر دکھائے جا رہے ہیں جس کا کسی مسلم معاشرے میں تو تصور ہی نہیں ہے کچھ عرصہ قبل کسی ڈرامے میں قابل اعتراض سین پر عوام میں ردعمل ہوتا نظر آتا تھا اور وہ احتجاج بھی کرتے نظر آتے تھے مگر اب لگتا ہے کہ من حیث القوم بے ضمیر بن کر ہم خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ہم نے اس فحاشی و عریانی اور گندگی کے خلاف آوازیں بلند کرنا ہی چھوڑ دیا ہے اس سے شہ پا کر عاقبت نا اندیش چند لوگوں نے ٹی وی چینلز کے ذریعے معاشرتی برائیوں کو اور زیادہ بڑھانے کا کام شروع کر رکھا ہے مذہبی حلقوں کی طرف سے کبھی کبھی آوازیں بلند ہوتی تھیں مگر اب وہ بھی بند ہونا شروع ہو گئی ہیں صورت حال

دن بدن گمبھیر ہوتی جارہی ہے عوامی سطح پر نجی محفلوں میں تو ان پروگرامز کی مذمت کرنے کی باتیں سننے دیکھنے میں آتی ہے مگر روز افزوں بڑھنے والے عریانی فحاشی کے اس سیلاب کو روکنے کی سنجیدہ کوشش بالکل نظر نہیں آرہی ہے اپنی آئندہ نسلوں کو فحاشی وعریانی کی دلدل میں دھکیل کر ہم انھیں کیسے مسلمان بنانا چاہتے ہیں سالوں قبل سینما ہالز ہی سول سوسائٹی کے لئے تفریح کے مراکز تھے مگر اب تو ہر گھر سینما بن چکا ہے اور کیبل کے ذریعے دور دراز علاقوں تک یہ پروگرامز دکھائے جارہے ہیں ہالی ووڈ اور بالی ووڈ کی فلمیں ڈرامے دیکھ کر ہماری موجودہ نسلیں بہت کچھ اور دیکھنے کے متمنی تھے سو الیکٹرانک میڈیا اور انٹرنیٹ نے وہ کمی اب پوری کردی ہے۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ اب کسی بھی چینل پر خبریں بھی نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کمرشل اشتہارات کے ذریعے فحاشی اور عریانی کا وہ طوفان بدتمیزی برپا ہے جسے مغرب ہندو معاشرے کے علاوہ شاید کوئی دوسرا مذہب قطعی طور پر اجازت نہیں دے سکتا مگر خبریں سننے دیکھنے والوں کو یہ مناظر زبردستی دکھائے جاتے ہیں کسی بھی کمرشل اشتہار کو لے لیں موبائل فون، کاسمیٹکس، چائے، صابن، مشروب، بسکٹ وغیرہ اور دوسرے کمرشل اشتہارات میں رقص وسرود کے ذریعے ایک طرف حوا کی بیٹی کی تذلیل کی جارہی ہے دوسری طرف دیکھنے والے انگشت بدنداں ہیں کہ آخر ہم نے کیا جرم کرلیا ہے کہ عالمی واقعات وحالات سے آگاہی حاصل کرتے وقت زبردستی یہ سب کچھ دیکھنے پر مجبور ہیں۔ چینلز مالکان جن میں اب مشنری جذبے سے عاری لوگ ہیں جو زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لئے سرگرداں اور دن رات ایک کئے ہوئے ہیں وہ اپنی ریٹنگ بڑھانے کے لئے عریانی وفحاشی کا سہارا لئے ہوئے ہیں۔ نوجوان نسل جسے مذہبی سوچ کے ساتھ عملی زندگی گزارنے کی تربیت کی اشد ضرورت ہے ہم انھیں انتہائی حد تک گندے مخرب اخلاق مناظر دکھا کر کون سی نئی نسل بنا رہے ہیں ہم اخلاقی طور پر زوال پذیر ہی نہیں تباہی وبربادی کے گہرے گڑھے میں دھکیلے جا چکے ہیں۔ اپنے نوجوانوں کے کردار کی تعمیر اسلامی خطوط پر کریں کہ ایک باعمل مسلمان بن سکیں

حسن کردار سے، نور مجسم ہو جا　　　کہ ابلیس بھی تجھے دیکھے تو مسلماں ہو جائے

دین اسلام نے خواتین کو جو حقوق دیے ہیں کسی دوسرے مذہب نے وہ حقوق نہیں دیے مگر بدقسمتی کی انتہا یہ ہے اسلامی ممالک میں بھی مستورات کو شمع محفل بنا کر پیش کیا جارہا ہے

اب تو شاید وہ عورت بھی نہیں جانتی کہ قرآنی احکامات، اخلاقیات، اسلامی اقدار کیا ہیں؟ جن پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں انھیں اللہ رب العزت نے جنت میں اعلیٰ مقام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ تو بھلایا جا چکا ہے اور اب اسلامی تعلیمات کو یکسر بھلا کر اسے چند ٹکوں کے عوض قعر مذلت میں دھکیل دیا گیا ہے۔ پاکستانی میڈیا اس وقت اپنے چینلز پر جو کچھ دکھا رہا ہے اسے کوئی بھی غیرت منداور حیادار انسان دیکھنا پسند نہیں کرتا مگر ہزاروں انسانوں کو نا چاہتے ہوئے بھی ان پروگراموں کو دیکھنا پڑتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سول سوسائٹی اور سنجیدہ حلقوں کو حزب الشیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے کیبل اور انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلنے والی برائی کے خلاف آواز بلند کرنا ہوگی تاکہ مسلم معاشرے کے ارباب اختیار میڈیا کے ذریعے پھیلنے والی اس فحاشی کو روکنے اور اس کے سدباب کے لئے ضابطہ اخلاق بنائیں اور اسے فوری طور پر روکیں وگرنہ ہم دنیا میں ایک لادین اپاہج معاشرے کی شکل میں موجود تو ہوں گے مگر ہمارا کردار کسی غیر مسلم فرد سے کم تر نہ ہوگا۔

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب ۔۔۔ بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا بہ رکاب
دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا ۔۔۔ مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب

ہے یاد مجھے نکتۂ سلمانِ خوش آہنگ
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لیے تنگ
چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسّس
جی سکتے ہیں بے روشنیٔ دانش و فرہنگ!
کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ!

علامہ اقبال

رپورٹ

قرآن اکیڈمی جھنگ
کی جامع مسجد میں
رحمت للعالمین ﷺ سیمینار

قرآن اکیڈمی جھنگ میں 21 ربیع الاوّل 1440ء بمطابق 30 نومبر 2018ء، بروز جمعتہ المبارک، 10:30 بجے تا 1:00 بجے نماز جمعہ سے قبل 'رحمت للعالمین ﷺ' کے عنوان سے ایک پُروقار سیمینار منعقد ہوا۔ اس کے مہمانِ خصوصی جناب اوریا مقبول جان صاحب (معروف دانشور، سکالر اور کالم نگار) اور مہمان اعزاز جناب ساجد محمود مسلم صاحب (پرنسپل اسلامک سائنٹفک سکول جھنگ) تھے۔ سیمینار کے آغاز پر نقیب مجلس جناب حاجی محمد منظور انور صاحب نے مہمانانِ گرامی اور صدر انجمن جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب کو سٹیج پر تشریف آوری کی دعوت دی اور پھر سیمینار کا باقاعدہ آغاز سورۃ الانبیاء کی آخری سات آیات کی تلاوت سے ہوا جس کی سعادت حافظ عطاء الرحمٰن نے حاصل کی اور نقیب مجلس نے ان کا ترجمہ بیان کیا۔ پھر جناب محمد سلمان صاحب نے کلامِ اقبال سے نعت رسول مقبول ﷺ ''لوح بھی تو، قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب'' پڑھی۔

اس کے بعد نقیب مجلس نے صدر انجمن جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب کو افتتاحی کلمات کی دعوت دی۔ انھوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور قرآن پاک کا آپس میں گہرا تعلق ہے، آپ ﷺ قرآنِ مجسم تھے اور قرآن پاک آپ ﷺ کے اخلاق و کردار اور سیرت کو ہی ظاہر کرتا ہے۔ ہر باشعور مسلمان کی ترجیح اوّل یہ ہونی چاہیے کہ قرآن پاک

کو پڑھے اور سمجھے، دوسرے نمبر پر ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قرآن پر عمل کر کے دکھایا ویسے عمل کرے۔ سیرت کے بغیر قرآن پاک کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ آپ ﷺ کی سیرت قرآن مجید کی نزولی ترتیب کا عکس ہے۔ حضرت محمد ﷺ جو تبدیلی زمین کے بہت بڑے علاقے پر لائے اور قرآن کے مطابق احکام نافذ کر کے ایک نظام قائم کر دیا وہ رحمت للعالمینی کا نظام ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں غیر مسلموں کے لیے بھی رحمت تھا۔ ایسا نظام قائم کر دیا جس میں عدل وانصاف ہو، وسائل کی صحیح تقسیم ہو، لوٹ کھسوٹ اور کرپشن نہ ہو، کہ رحمت للعالمینی اصل میں یہ ہے۔ آج دنیا میں ساٹھ آزاد ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور حکمران بھی مسلمان ہیں لیکن کہیں بھی قرآن مجید کا نظام نافذ نہیں ہے۔ یہ قرآن کا نظام نافذ کیسے ہوگا اس کے لیے ہمیں اسی طریقے پر جدوجہد کرنی ہوگی جس طریقے پر نبی اکرم ﷺ نے کی تھی یعنی منہج انقلابِ نبوی ﷺ اپنانا ہوگا۔

اس کے بعد نقیب مجلس نے جناب ساجد محمود مسلم صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔ انھوں نے اپنے خطاب میں فرمایا: انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت ہے جتنی بھی خوشحالی اور مادی ترقی ہو جائے لیکن ہدایت نہ ہو تو سب بیکار ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی دنیا پر سب سے بڑی رحمت یہ ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطے سے ہمیں عطا فرمائی ہے اور آپ ﷺ کی یہ ہدایت کامل بھی ہے، فطری بھی ہے، عالمگیر بھی ہے اور ابدی بھی ہے۔ اس ہدایت کی حامل یہ اُمت مسلمہ ہے جسے قرآن پاک نے خیر اُمت کا لقب عطا فرمایا ہے۔ مگر افسوس کہ آج اس اُمت کی کیفیت کیا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں: ''اُمتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں'' اور ''حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے''۔ اس کیفیت کا علاج رجوع الی القرآن ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی ہدایت کا سب سے بڑا منبع یہی قرآن ہے۔

اس کے بعد مہمانِ خصوصی جناب اوریا مقبول جان صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو سراجِ منیر (بڑا روشن چراغ) بنایا اور تمام انسانوں کی طرف (كَافَّةً لِّلنَّاس) بھیجا، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا میں جو ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی اس کو ختم کرنے کے لیے کوئی

چھوٹا چراغ یا موم بتی کافی نہیں تھی، بلکہ اس کے لیے بہت بڑے نور کی ضرورت تھی اور یہ نور قرآنِ مجید ہے جو کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو انقلاب لائے وہ کائنات میں کہیں اور نہیں آیا۔ دنیا میں تبدیلی آتی ہے تو سڑکیں بن جاتی ہے، عمارتیں تعمیر ہو جاتی ہیں، اہرامِ مصر کھڑے ہو جاتے ہیں، تاج محل بن جاتے ہیں لیکن انسان تبدیل نہیں ہوتے، انسان صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کیے انسان کا مطمع نظر بدل دیا، عزت و توقیر کا مقام بدل دیا، اس دنیا کی محبت ختم کی اور آخرت کو مرکز قرار دیا۔۔ جناب اوریا مقبول جان صاحب کا خطاب بہت ایمان افروز، جذبات سے لبریز اور رُلا دینے والا خطاب تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو کر محظوظ ہوتے رہے۔

آخر میں انجینئر مختار فاروقی صاحب نے مہمانان اور سامعین کا سیمینار میں شرکت پر شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنا دیا ہے اور مسلمان کے گھر میں پیدا کر دیا ہمیں چاہیے کہ ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کریں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا عہد کریں۔

یہ سیمینار 1:00 بجے اختتام پذیر ہوا، اس کے بعد خطبہ و نماز جمعہ ادا کی گئی۔ اس سیمینار میں خواتین سمیت تقریباً 400 افراد نے شرکت کی۔ نماز جمعہ کے بعد تمام حاضرین میں لنچ بکس تقسیم کیے گئے۔

اس شمارے کی اشاعت سے حکمت بالغہ اپنے 13 ویں اشاعتی سال کا آغاز کر رہا ہے۔ اس عرصے میں حکمت بالغہ کی اشاعت سے جو خیر اور حق گوئی کا کام ہوا ہے تو وہ سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا ہے اور ہم تہہ دل سے اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں اور اگر کوئی غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں تو وہ یقیناً ہماری نظری و فکری نارسائی کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں۔ ہم ایسی (دانستہ و نادانستہ دیدہ و نادیدہ) تمام غلطیوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور معافی اور بخشش کے طلب گار ہیں۔ (ادارہ)

ماہنامہ حکمتِ بالغہ جھنگ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2018ء)

وسائلِ رزق پر قبضہ

اور۔۔۔ارتکازِ دولت کے شیطانی طریقے

بنی اسرائیل اور۔۔۔یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ

اور بچاؤ کا راستہ

پر اہل علم کے تأثرات (گزشتہ سے پیوستہ)

5 محمد فہیم، تیمر گرہ

ماہنامہ حکمت بالغہ کا خصوصی ایڈیشن نومبر 2018ء بعنوان ''وسائل رزق پر قبضہ اور ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے، بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ'' میرے ہاتھ میں ہے۔ مضامین کی فکر انگیزی اور عنوانات ہر ہر زاویہ سے دلچسپ معلومات قاری کو اس قدر ضخیم رسالہ کو ایک ہی نشست میں (in one go) پڑھنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ذاتی وجوہات کے باوجود راقم نے اسے دو ہی نشستوں میں پڑھ کر ختم کیا۔ جن حقائق اور سربستہ رازوں کو یکجا صورت میں یہاں سامنے لایا گیا ہے، درحقیقت یہ مفید مباحث مختلف پیرائیوں میں علیحدہ علیحدہ حکمت بالغہ میں مختلف عنوانات کے تحت تصریفی صورتوں میں وقتاً فوقتاً ہمارے سامنے آتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ممدوح جناب مختار حسین فاروقی صاحب کی ہمت اور قلم کی روانی میں مزید برکت عطا فرمائے، جو اپنے قارئین کو ان شیطانی ہتھکنڈوں اور اس خوفناک صورت حال سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ بایں ہمہ اس خصوصی ایڈیشن کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس میں اس خوفناک سیلاب کی تباہ کاریوں اور اس کے منبع کی کھل کر نشاندہی کی گئی ہے۔ ان مضامین کے ذریعے صیہونی یہودیوں کے عزائم، سازشیں، شیطانی ہتھکنڈے، یاجوج ماجوج کی حقیقت، تمام دنیا کے وسائل رزق پر قبضہ کرنے کی ابلیسی کوششیں،

پر تعینات این جی اوز ان کی کارستانیوں کی کامیاب نشاندہی کی گئی ہے۔ وسائل رزق پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان ملکوں کی سیاست اور معاشرتی معاملات کو بھی ان شیطانی قوتوں نے اپنے نشانہ پر رکھا ہے۔ ان ملکوں خصوصاً عرب اور دیگر مسلمان ملکوں پر اپنے ایجنٹ مسلط کر کے اپنی راہ نکالنے کیلئے معاملات کو آسان تر کر دیا ہے۔ فحاشی، عریانی، سودی معاملات، کرپشن، دہشتگردی، لوٹ مار، منی لانڈرنگ، لبرلزم اور سیکولرزم جیسی لعنتیں ان ملکوں میں روز افزوں ترقی کے ساتھ نفوذ کر رہی ہیں۔

اس خصوصی ایڈیشن کے مشمولات میں سے دو انگریزی مضامین یہ بات سامنے لا رہے ہیں کہ اس سیلاب کے پیچھے ایک منظّم طاقت کارفرما ہے جس نے اپنے ایجنڈے کے لئے پہلے ہی سے ایک واضح روڈ میپ دیا ہے اور گذشتہ ڈیڑھ صدی سے وہ اسی روڈ میپ پر نہایت کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ پروفیسر رچرڈ ڈے کے 1969ء کے لیکچرز میں پیش گوئیوں کی شکل میں جن حالات اور واقعات کا ذکر تھا ان کا تقریباً پورا پورا ظہور ہمارے معاشروں میں ہو چکا ہے اور یہ کہ معاشرتی رویے اسی رخ پر آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح امریکی ریٹائرڈ جج رابرٹ ایچ بورک کی کتاب Slouching Towards Gomorrah میں ہلڑبازی اور دیگر معاشرتی خرابیاں معاشرہ کو کھوکھلا کرنے میں کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہیں۔ اگرچہ مغرب میں بھی باضمیر اہل علم، پروفیسروں اور دانشوروں نے اپنی تحریری اور تقریری کاوشوں میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ تاہم بربادی کا یہ سیلاب آگے بڑھتا رہا اور عریانی اور فحاشی آگے بڑھ کر Lisbianism اور Gayism کی شکل میں ان مغربی معاشروں کو تباہ کر رکھا ہے۔ فاروقی صاحب نے اس خصوصی ایڈیشن میں ان مضامین کو لڑی میں پرو کر ہمیں متنبہ کیا ہے کہ یہ سیلاب تیزی کے ساتھ ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ بظاہر اس سیلاب کو روکنے کے لئے ہمارے ہاں مسلم ممالک بشمول پاکستان کوئی معقول پیش بندی ہے نہ کوئی منصوبہ، تنظیم اور نہ مردان میدان۔ اس لئے کہ ان ملکوں کی اکثریت بھی لبرلزم اور 'جمہوریت' کے شیدائی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں دوسروں کے علاوہ اس رسالہ میں مصور اور مبشر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کا ذکر ہے۔ علامہ نے جن غیر یقینی حالات میں پاکستان کے وجود پذیر ہونے کا الہامی طور پر ایک جغرافیائی وجود کی پیش گوئی کی تھی اور اس کے حصول کے لئے قائد اعظم جیسی شخصیت کو

’دریافت‘ کر کے اپنے خواب کی تکمیل کرادی تھی وہ اپنی جگہ ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جسے عقل کبھی تسلیم نہ کرتی اگر وہ واقعی منصۂ شہود پر نہ آتا۔ ملک بن گیا حالات ناگفتہ بہ تھے۔ تاہم علامہ کے تصور پر قائداعظم دیگر بانیانِ پاکستان کے ساتھ مل کر طوفان سے کشتی نکال لائے

ہم لائے ہیں طوفان سے کشتی نکال کے
اس ملک کو رکھنا میرے بچو سنبھال کے

لیکن افسوس کہ جس منزل کی نشاندہی ان اکابرین نے کی تھی اس طرف ہم بحیثیت قوم چند بوجھل قدم بھی نہ اٹھا سکے۔ اسلام کے نام پر بنے ہوئے ملک میں ابھی تک وہی غیر اسلامی قوانین، سودی نظام، زمینداری وجاگیرداری کا استحصال، سرمایہ داروں اور پیرزادوں کی خدائی، خان ازم، سرداری اور وڈیرہ پن کا راج چل رہا ہے۔ ہم اس سیلاب کے آگے بند باندھ سکتے اگر ہم یہاں آسمانی قانون کا نفاذ کر کے کسی بھی درجہ میں خلافت راشدہ کے خطوط پر ایک نظام تشکیل دیتے۔ بدقسمتی سے اس ناکامی میں سب سے بڑا حصہ ہماری مذہبی/سیاسی جماعتوں کا ہے جو ہر معاملہ کے لئے جس کا تعلق سیکولر سیاست والوں کے جوڑ توڑ سے ہوا کھٹے ہوسکتی ہیں مگر جن چیزوں کے لئے وہ کبھی متحد نہ ہو سکے وہ اس ملک میں شرعی نظام کے نفاذ کا پرامن اور پرزور مطالبہ ہے۔ انہی جماعتوں میں سے فرقہ واریت کا عفریت نکل کر آیا ہے۔ یہی جماعتیں سیکولر جماعتوں کے ساتھ پاسنگ بن کر مغربی جمہوریت جمہوریت کھیل رہی ہیں۔

اس رسالہ میں دیوبند اور علی گڑھ کا ذکر کر کے تلخ یاددہانی کرائی گئی ہے کہ ابھی تک دیوبند کے وارثین کوئی ایسی ہستی پیدا نہ کر سکے جو قوم کو اس کی اصل نشانِ راہ پر آگے بڑھا سکے اور بدقسمتی سے علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے بعد عصری علوم کے مراکز سے بھی کوئی ایسی شخصیت اُٹھ نہ سکی۔ اس اندھیرے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ایک چراغ روشن کر کے ایک مثبت قدم بڑھایا مگر بہت جلد وہ بھی انتخابی سیاست کے نذر ہو کر اس مروّجہ کھیل کا حصہ بنا۔ اس سے پہلے ایک بندہ خدا نے ایک جماعت کی تشکیل کی اور لوگوں کو ایک راہ دکھائی۔ لاکھوں کی تعداد میں یہ جماعت اور ایک مخصوص طرز پر مذہب کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ مگر اسے ابھی تک اسلامی اجتماعی نظام کیلئے اٹھنے کیلئے شاید مزید وقت درکار ہو۔ ہوسکتا ہے کہ جماعت کے اکابرین فی الحال اس

طرف قدم بڑھانے کو مناسب نہ سمجھتے ہوں یا کوئی اور دلیل ان کے پاس ہو۔ نیتوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔ خدا کرے اس جماعت کو یہ اگلے منازل بھی نظر آئیں۔ 'سیکولر اسلام' سے کسی بھی مغربی شیطانی اور یاجوجی ماجوجی سیلاب کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس شیطانی سیلاب کی نشاندہی اس ایڈیشن میں بہت واضح کر کے اس طرح کی گئی ہے کہ مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک اب اس سیلاب میں پورے گھرے ہوئے ہیں، سیاسی، معاشی اور معاشرتی ہر لحاظ سے۔

البتہ ابھی ایک ملک افغانستان ہے جہاں چند ہزار ایمان حقیقی کے حاملین نے دنیائے کفر کے سب سے بڑے فرعون کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا ہے اور اب اسے وہاں سے بھاگنے کے علاوہ کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ تازہ خبر ہے کہ دنیا کے اس وقت کے فرعون (ٹرمپ) نے پاکستانی وزیر اعظم سے افغانستان سے گلوخلاصی کیلئے درخواست کی ہے۔ واللہ اعلم

ہاں اس سارے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اس مرد درویش کی صدا نہیں بھولنی چاہیے جس نے داعی الی القرآن کی حیثیت سے مسلمانان پاکستان کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے قرآن کو بنیاد بنا کر اس ملک میں اسلامی انقلاب کو برپا کرنے کیلئے پورے دلائل قرآنی اساسات اور سیرت النبی ﷺ سے اخذ کردہ اصولوں پر ایک انقلابی جماعت کی تشکیل کے علاوہ صحیح راہ کی طرف رہنمائی بھی کی۔ انھوں نے پاکستان کا مستقبل، اس کی سلامتی اور اس کی ترقی کیلئے اسلامی انقلاب کی ناگزیریت کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ دل پذیر پیغام ایک نہ ایک دن اس مسلمان قوم کی مجموعی آواز بنے گا اور اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا یہ ملک اپنی منزل کو پا سکے گا۔

فی الحال اس ''ندائے خلافت'' کے لئے رسپانس اگرچہ حوصلہ افزا نہیں تاہم اتنا مایوس کن بھی نہیں۔ سب سے بڑی ذمہ داری علماء اور لکھے پڑھے طبقات یہ ہوتی ہے کہ وہ حق کو حق جان کر اس بات پر غور کریں کہ اس ملک میں عدل اجتماعی اور خدائی قانون کے نفاذ کیلئے صرف وہی راہ اور طریقہ کار بار آور ہو سکتا ہے جو قرآن کی بنیادی تعلیمات اور سیرت نبوی ﷺ سے اخذ کردہ خطوط پر استوار ہو۔ واحد بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ اس ملک میں حقیقی معنوں میں اسلام بطور 'دین' نافذ ہو۔ اس طرح ہم اس مغربی شیطانی یلغار سے نہ صرف یہ کہ خود بچ سکتے ہیں بلکہ ان شاء اللہ یہی

بقیہ دنیا کیلئے صحیح راہ کی نشاندہی کا بھی ذریعہ بن سکے گا۔

آخر میں دوبارہ عرض ہے کہ حکمت بالغہ کی اس خصوصی ایڈیشن کے ذریعے ہمیں نہ صرف یہ کہ اس سیلاب کے قہرمانیوں سے خبردار کیا گیا ہے بلکہ ایک واضح راہ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ کس طرح اس طوفان سے نمٹا جائے۔ یہ جناب مختار حسین فاروقی صاحب کی علمی اور فکری کاوشیں ہیں جن کے ذریعے انھوں نے ہمیں آنے والے طوفان سے خبردار کر کے ہمیں صحیح نہج پر پیش بندی کیلئے آمادہ عمل کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

6 سیّد مزمل حسین، سابق ایڈیٹر اخبار تحقیق انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ایک دوست سے تازہ شمارہ حکمت بالغہ بابت بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ ملا۔ اوّل تا آخر ہر طرح سے قابل صد تحسین پایا اور خود کو یہ خط ارسال کرنے پر مجبور پایا۔ آپ کے سابقہ تمام شمارے بھی آپ کے اپنے مشن سے لگاؤ اور پیشہ ورانہ مہارت کے مظہر چلے آتے رہے ہیں یہ شمارہ بھی۔ مبارک باد قبول فرمائیے۔

7 مولانا سیّد علی شاہ حقانی، مہتمم جامعہ لغۃ القرآن، ضلع چارسدہ

حکمت بالغہ کے تمام شمارے باقاعدگی کے ساتھ مل رہے ہیں جس پر میں آپ کا مشکور ہوں۔ خصوصی شمارے تو بہت تحقیقی ہوتے ہیں۔ موجودہ خصوصی شمارہ بعنوان ''وسائل رزق پر قبضہ، ارتکاز دولت کے شیطانی طریقے، بنی اسرائیل اور یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ اور بچاؤ کا راستہ'' میرے ہاتھ میں ہے، جو حقیقی طور پر مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے کیونکہ اس میں یہود و ہنود کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ محترم اگر ممکن ہوں تو موجودہ خصوصی شمارے کا عربی اور انگریزی میں ترجمہ کیا جائے تاکہ شرق و غرب کے تمام مسلمان ان سازشوں سے بیدار ہو جائیں۔ میں آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ خدمت دین کا کام منفرد انداز سے کرتے ہیں جس سے دینی طبقے کے علاوہ جدید طبقہ بھی مستفید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حامی و ناصر ہوں۔ آمین

قرآن وفرقان

محمد فیاض عادل فاروقی

چاہیے جس کو بھی کچھ رحمان سے
خود کو کر دے منسلک قرآن سے

رب کی جانب سے ہے یہ حبلِ متیں
ہے مدد کا تار قرآنِ مبیں

لے لو رب سے جو بھی کچھ درکار ہے
ساتھ ہو قرآں تو بیڑا پار ہے

راستی کے واسطے میزان ہے
خیر و شر کے درمیاں فرقان ہے

حفظ قرآں سے ہے انسان کی نجات
دیتا ہے قرآن مردوں کو حیات

ہے فقط قرآں سے قائم کائنات
ورنہ موجودات ہیں لات و منات

ماننا ، پہچاننا کافی نہیں
اس کو پڑھنا اور سمجھنا ہی نہیں

ہے عمل بھی لازمی قرآن پر
یعنی نافذ کرنا جسم و جان پر

فہم قرآں سے ملے تابندگی
زندگی ورنہ رہے شرمندگی

قوم کا قرآں بدلتا حال ہے
آتا تب ادبار یا اقبال ہے

ماھنامہ
حکمتِ بالغہ
جھنگ

کی

12 ویں خصوصی اشاعت

8000 سال کی عالمی تاریخ کے بہاؤ میں آج انسانیت جس کرب، دُکھ، احساسِ محرومی اور انسانیت کُش جنگوں کے سائے میں کھڑی ہے، اس سانحہ کا سہرا ایک خودغرض، وحی بیزار، خدابیزار اور انسان دشمن گروہ کے سر ہے۔ سیّدنا اِمام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے فرامین کے مطابق اس گروہ کا زوال شروع ہو چکا ہے۔

وسائلِ رزق پر قبضہ

اور ___ ارتکازِ دولت کے شیطانی طریقے

بنی اسرائیل اور ___ یاجوج ماجوج

کا گٹھ جوڑ

اور بچاؤ کا راستہ

شائع ہو چکی ہے

- صفحات: 304
- قیمت : 350 روپے
- محدود تعداد میں دستیاب ہے

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
047-7630861-7630863

ماھنامہ
حکمتِ بالغہ
جھنگ

ماہنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

الحمد للہ

اشاعت کے 12 سال 12 خصوصی اشاعتیں

2007ء	حقیقت انسان نمبر	صفحات 96
2008ء	حقیقت علم نمبر	صفحات 96
2009ء	احیاء العلوم نمبر	صفحات 96
2010ء	دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم نمبر	صفحات 128
2011ء	حقوقِ نسواں نمبر	صفحات 112
2012ء	یاجوج ماجوج نمبر	صفحات 152
2013ء	الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ	صفحات 160
2014ء	جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......	صفحات 168
2015ء	حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے	صفحات 248
2016ء	اِحیائے فکرِ اقبال نمبر	صفحات 224
2017ء	بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران	صفحات 280
2018	وسائل رزق پر قبضہ، ارتکاز دولت ......اور	صفحات 304

خود مطالعہ کریں ــــ دوستوں کو تحفہ دیں ــــ محدود تعداد میں دستیاب ہیں

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ
047-7630861
047-7630863

الحمد للہ

مسلمانوں کے حقیقی جذبات کی ترجمان

اشاعت دوم

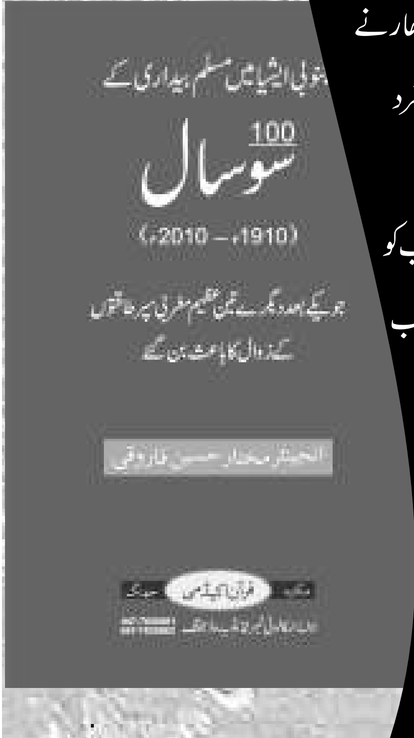

...........قوموں کی تاریخ میں ایک صدی کا عرصہ زیادہ عرصہ نہیں ہے پھر بھی گزشتہ ایک صدی میں عالمی سطح پر مسلمانوں نے بالعموم (اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے بالخصوص) بے حد اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

...........یہ کتاب جذبوں کو جلا بخشنے والی کتاب ہے۔

...........مسلم یوتھ کی اُمنگوں کو اُبھارنے والی تحریروں پر مشتمل تاریخ کا منفرد تجزیہ ہے۔

...........کیا ہی اچھا ہو کہ اس کتاب کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر شامل نصاب کیا جائے، تاکہ پاکستانی نوجوان آزادی کی قدر و قیمت سے آشنا ہوسکیں۔

صفحات: 168	کارڈ بائنڈنگ
قیمت: **240** روپے (ترسیل بذریعہ کوریئر)	